

مویا سماں کے نقیب افسانے



ہوپاساں کے منتخب افسانے

چند ربحوشن سنگھ

پیش
انڈین پریس لمیٹڈ لاہور

۱۹۴۳ء

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱	بڑا حیدر خان	۱
۲	بھیب روٹی	۲
۳	اس سے اسوی کچھ ماس کی	۳
۴	جوڈیا کا خاندان	۴
۵	بھیب	۵
۶	قرآن کی قیمت	۶
۷	ہار	۷
۸	بزدل	۸
۹	دو فوجی	۹
۱۰	رشی کاٹھوا	۱۰
۱۱	رومانی گھر	۱۱

مویا ساں کے منتخب افسانے

بوڑھا جو ڈاز

ہوں تو اس سرزمین کا پہنچہ چہ حیرت انگیز واقعات سے نہ تھا سب
ملک کی فضا سے مذہبیت کی تواریکی تھی۔ تاہم اس میں حدود صوبہ کی ویرانی
محسوس ہوتی تھی۔ ایک جگہ نقلی پہاڑیوں کے دامن میں ایک بڑی جمیل
پر سکون حالت میں تھی۔ سیوار کے لائق و جزیرے ہمارے جھونکوں
سے اس کے سیاہی مائل اور ساکت پانی کے اوپر تیرتے رہتے تھے۔
اس جمیل کے کنارے کوئی آبادی نہ تھی۔ صرف ایک چھوٹی سی
جھونپڑی اس ہیبتناک فضا کے درمیان ٹھہری تھی جس میں بوڑھا
جوڑ رہتا تھا۔ چھلیاں فروخت کر کے جو آمدنی ہوتی تھی اسی
سے اس بوڑھے کی گزراوقات ہوتی تھی۔ جس قدر چھلیاں وہ بیکرنا
پھینکے کہ ہفتے میں ایک دن وہ خرب و جو اس کے گاؤں میں فروخت
کر آتا تھا اور وہیں سے اپنی ضروریات کے مطابق چھوٹی موٹی چیزیں
خرید لیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں اس بوڑھے گوشہ نشین سے ملنے کے لئے وہاں گیا
اس نے مجھے اپنے ہمراہ چھلی بیکرنے کے لئے چھلی دھت دی اور میں نے
اسے بخوشی قبول کر لیا۔
اس کی کشتی بھڑی اور پرانی تھی جس کو کہیں کہیں سے کیرلوں

کھا لیا تھا۔ بڑھا پہ کی وجہ سے چھوڑت کے چہرے پر بھی غم تھا۔ پانی
تھیں۔ کشتی کے ایک سرے پر بیٹھا ہوا بڑھا آہستہ آہستہ مگر ایک ہی
رفتار سے چٹو چٹو کر کشتی کو کھینچ رہا تھا۔ اس کے چٹو چٹا سنے کا انداز
ایسا تھا جو سامع کی ویرانی سے پیدا ہونے والی ہے کیفیت فضا میں
امن و سکون کا پیغام لاکر ہمارے دل کے بوجھ کو ہلکا کر رہا تھا۔
مجھے ایسا محسوس ہوا گویا بڑھے نے زمانہ کا کوئی آدمی اس پرانی کشتی
میں مجھے بخاک و صدیوں پیچھے کی دنیا کی سیر کر رہا ہے۔

وہ بڑھا اپنے جال کو پھیلے کر پھینکتا اور چھلیوں کو بیکرنا کر کشتی
میں ڈال جاتا تھا۔

چھلیاں بیکرنے کا کام ختم کر لینے کے بعد وہ مجھے جھیل کے دوسرے
کنارے کی طرف لے چلا۔ اس طرف مجھے دفعتاً ایک شکستہ جھونپڑی نظر
آیا۔ اس کی دیوار پر سرخ رنگ کا ایک بڑا سا کراس بن رہا تھا جو
سورج کی الوداعی کرنوں میں اس طرح چمک رہا تھا گویا کسی کے لبوں
سے نکلتا ہو۔

”وہ کیا ہے؟“ اس کی طرف اشارہ کر کے میں نے دریافت کیا۔

”وہی مقام ہے جہاں جو ڈاز مرا تھا“ سہم کر اور اپنے اوپر کر دس
ہنستے ہوئے اس نے کہا کہ دس چنانے سے بوڑھے کا مقصد غائب
تھا کہ حضرت عیسیٰ کا کراس اس کی محافظت کرے۔

میں اس کا جواب سن کر ذرا بھی پریشان نہیں ہوا۔ میں نے پھر
پوچھا۔ ”جو ڈاز؟ کون جو ڈاز؟“

”ایک آوارہ یہودی“ اس نے جواب دیا۔

میں نے اس سے پورا قصہ سننے کی خواہش ظاہر کی۔
وہ قہر بہت ہی تازہ تھا اور اس کے ساتھ ہی سچا بھی تھا

پتا چھوٹا کسی کہانی کی چہ نسبت اس کے تھنے میں بڑا مڑا آیا۔ سب سے زیادہ غریبی کی بات یہ تھی کہ روزِ جاہوزت جوڑا اسے بخوبی واقف تھا اس لئے اس قصہ میں گویا جان آگئی۔

بوز سے کتنا شروع کیا۔ اس جھوپڑے میں پہلے ایک ایسی عورت رہتی تھی جس کے غلام نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بیکہ شکمگاہ اپنا کام چلاتی تھی۔

اُس عورت سے پہلے اس جھوپڑے میں کون آباد تھا اس کے بارے میں بوز سچا کو کچھ معلوم نہ تھا۔ شام کے وقت کی بات ہے۔ ایک دن ایک سحر محض سے جو تھوڑا سا دور سویرے کے بن کار ہوا اور بعض مکمل تمام میں پھر سکا تھا اس جھوپڑے کی پاس سے گزر رہے تھے اُس تنہائی میں نہر کرتے والی عورت سے بھیک مانگی۔

”بیشک دادا“ اُس نے اُس سے کہا۔ یہاں کی کل چیزوں پر ہونا کی ساری مخلوق کو برابری کے حقوق حاصل ہیں کیونکہ یہ سب ساری خدائی کی دیں ہیں۔

دروازے کے ٹھیک سامنے ایک پتھر بڑا ہوا تھا۔ وہ بوڑھا اُسی پر بیٹھ گیا۔ جب سے وہ اُس کے ساتھ اُسی جھوپڑے میں رہنے لگا۔ وہ اُس کی مشک روٹیوں سے متہانہ اور نگاہیں پھوس کے بستر پر دن گزارتا تھا۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ کر وہ کہیں نہیں گیا۔ غالباً اس کے سفر کا بھی اختتام آگیا تھا۔

دو خیرہ بھیری کی طرح رجم کر کے اُس نے بوز سے کے سفر زندگی کا اس طرح خاتمہ کر دیا ”ابھی جوڑت کہتے تھے۔“ اُسی قدر کی ہربانی تھی کہ ایک آوارہ یہودی کے لئے اُس نے اپنا دروازہ کھول دیا اور اُس کو پناہ دی۔ وہ آوارہ اور چاروں طرف گھومتے

والا تھا۔ قریب دو ہزار کے لوگوں کو پہلے تو اُس کی ان عادتوں کے بارے میں کوئی واقفیت نہ تھی۔ لیکن جب اُن لوگوں نے اسے جوشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے اور چکر کاٹتے ہوئے دیکھا تو انہیں یقین کال ہو گیا کہ اسی طرح گھومتا اور بھگتا ہیں اُس کی عادت کا ایک جزو ہے۔

ان دونوں کو یہودی سمجھنے کے لئے مستقل وجہ بھی موجود تھی۔ چونکہ اُس بڑھیا کو بھی کوسہ گے گرجا میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اس لئے اُس پاس کے لوگ اُسے یہودین سمجھتے تھے۔ چنانچہ قدرتی طور پر اُس کے یہاں گھومتے والے بوز سے کو لوگ یہودی سمجھنے لگے۔

دیہات کے چھوٹے چھوٹے بچے جب یہودین بڑھیا کو بھیک مانگنے کے لئے آتے دیکھتے تو ٹھنڈے ٹھنڈے اُسی کے پیچھے اٹھ جاتے اور ”یہودین آئی“ کہتے کہ کر خوب شور مچاتے۔

جب بوڑھا بھی وہیں رہنے لگا تو دونوں ایک ساتھ ہی قریب جوار کے گاؤں میں بھیک مانگنے کے لئے جاتے تھے۔ وہ پہرہ دارانہ پردہ کرتے رہتے اور چند رے رانے پہ گزرتا گزرتا اگر سنا شروع کر دیتے تھے۔ دن کے وقت انہیں ہر شخص گاؤں کے راستوں پر چلتا ہوا اور دو پہر کے وقت تیز دھوپ میں کسی سایہ دار درخت کے نیچے بھیک سٹے ہوئے لگتا ہوا کوکھاتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔

اُس خطے کے لوگ کچھ ہی دنوں میں اس یہودی کو بوڑھا بھونڈا کے نام سے یاد کرنے لگے۔

ایک دن اپنی جھوپڑی کو واپس ہونے کے وقت وہ اپنے قبیلے میں سویرے دوڑنے والوں کو لایا جو کسی کسان نے اُس کو اس لئے صاف

تھے کہ اُس نے اُس کی کوئی بیماری بھی کر دی تھی۔

اس کے بعد اُس نے ایک ہنگامہ کر دیا اور وہ اپنا سارا وقت اُن سوروں کی دیکھ بھال میں گزارنے لگا۔ وہ اُن کو بچپن کے کنارے ہی اُس پاس کی سڑک وادیوں میں پرانے کے سنے سے جاتا تھا اور اس طرح اپنا وقت گزارتا تھا۔ بڑا ہیایہودن ایسی ہی ایک ہانگنے کے لئے نکل جاتی اور شام ہوتے ہوتے اپنے بھو چلے پر واپس آ جاتی تھی۔

پورے چاروں دن بھی گرجا نہیں جاتا تھا۔ کسی نے کبھی اسے خوب کا ذکر بھی کرتے ہوئے نہ سنا تھا۔ اُس کی ان باتوں کو لیکر ہر روز حاکم کی طرح طرح باتیں ہوتیں۔ ایک دن اُس کی دستگیر بڑا چھوٹا تختہ تھا اور بچہ میں اُس کے واسطے پنے کی طرح وہ تختہ لٹکا پٹنے کی جھوڑا دوڑا دوڑا پاس کے گاؤں میں گیا اور اُس کے لئے کچھ دوا میں لایا۔ اُس نے بھو چل کی کا دوڑا اندر سے بند کر لیا اور چھ دن تک کسی کو نہ کھلی تھی۔ یہودن کا آخری وقت قریب ہے۔ یہ سب کچھ اُس کی پوری آخری بار دھرم کا پیش دینے کے لئے دوڑا ہوا آیا۔ وہ یہودن ہی تھی یا کوئی اور یہ بھی وہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ کوئی بھی رہی ہو پھر بھی اُس کو نجات دلانا اپنا فرض سمجھ کر وہ بھاگا ہوا اُس کے پاس آیا تھا۔

جوں ہی اُس نے دروازہ کھٹکتا پایا بھو چل سے ڈانٹنے لگا اُنھوں نے۔ اس کے بعد وہ راستہ روک کر دیکھ پر گھر آ گیا۔ بھو چل کا دم بھول رہا تھا اور اُنھیں شرم ہو رہی تھیں۔ اُس کی بیس اور سفید راز میں زوگا سے لے رہی تھی۔ اور کسی غیر زبان میں وہ گایاں بک رہا تھا۔

بادری نے کچھ کہنا چاہا۔ وہ دیکھتا تھا اور خبر بات سے مدد دیتے کا وعدہ بھی کیا لیکن پورے چاروں دن سب کچھ سننے اُن تھی کہ وہ وہاں مقبول کو زور سے بھینک بھینک کر اُسے اُس طرح گستاہی رہا۔

بھو چل کی ناکامی برداشت پھانکار میں کر چکا۔ بادری اسے ہانڈوں لٹ آتا۔

بھو چل کی رفیقہ دوسرے دن اس جہان سے رخصت ہو گئی بھو چل کے ساتھ ہی اُس نے اسے دفن کر دیا۔ وہ لوگ اسے پست سمجھتے تھے کہ اُس پاس کے لوگ اُن سے کسی طرح کا سروکار نہیں رکھتے تھے۔

لوگوں نے پھر دیکھا کہ بھو چل نے سوروں کے چارے کا اپنا کام پھر باقاعدہ طور پر شروع کر دیا۔ وہ پنے کی طرح ایک ہانگنے بھی نکل جاتا لیکن اب اسے کوئی چیز بڑی مشکلوں کے بعد ملنے لگی۔ کیونکہ بادری کے ساتھ اُس کے ناروا سلوک کا پراپر گھر کے لوگوں کی زبان پر تھا۔

آخر کار اُس نے ان سب کاموں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور کہیں غائب ہو گیا۔ یہ واقعہ ایسٹر کے ہفتے میں پیش آیا۔ کسی نے بھی اُس کے اس طرح سے غائب ہو جانے کی طرف توجہ دی۔ ایسٹر کے آثار کی بات ہے کچھ دنوں کے لڑکیاں بچپن کے کنارے کھیلنے کو لے گئیں اُس بھو چل کی آواز نکل پڑی تھیں۔ اُن لوگوں کو بھو چل میں زور کا شور وغل سنائی پڑا۔ قتل لگا ہوا تھا لیکن اسے تو ذکر اندر داخل ہو گئے۔ وہ وہاں سوروں کے خانے سے چھوٹے ہوئے تپیدی کی طرح نکل جانے اور پھر کبھی نہ دکھائی پڑے۔

بھو چل کا گردہ اندر داخل ہو گیا۔ فرض پڑا تھوڑے سے کچھ جھڑپ سے دیکھ۔ بھو چل سے بھو چل کا ٹپ ایک طوت لگ رہا تھا کچھ پڑیاں ادھر ادھر بکھر رہی تھیں۔ خون کے دھبے سوکھ رہے تھے اور کچھ پڑی کے گڑھوں میں گشت لگا ہوا تھا۔

اُس کے سوروں نے اسے اپنی خوراک بتایا تھا۔ یہ واقعہ کچھ نرانی ڈسے "کے دن دو پہر میں تین بجے کے قریب پیش آیا۔

اپنے وقت کو ختم کرتے ہوئے بوڑھے جو زمت سے کیا۔

”تھیں یہ نیچے معلوم“ میں نے دریافت کیا۔

”اس میں شک کی کوئی گمانش ہی نہیں“ اس نے جواب دیا۔
میں نے اس کو یہ بھانسنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ بھی ممکن تھا کہ جوڑی
میں مالک کی وفات کی کچھ ہی عرصہ بعد جوڑے کے سرور سے اسے کھالیا ہو۔
دو بار پر جو کر دس نظر آ رہا تھا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے
اب تک ہیں وہ ایک دن صبح اس جگہ اس انوکھے رنگ سے بنایا ہوا نظر
آئی کوئی نہیں جانتا کہ اس کا بنانے والا کون ہے۔

جب سے ہر ایک کو یقین ہو گیا تھا کہ پتہ لگاتے والے یہودی نے اسی
مقام پر موت کو ہم آغوش کیا ہے۔
میں خود بھی اس قسم کی سچائی پر تقریباً ایک گھنٹے تک یقین کرتا رہا۔

بد نصیب رولی

ڈیڈی نیچی کے تین لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑی کا نام تھا آنا جس کا
گھر میں کوئی شمار نہ تھا۔ دوسری کا نام روز تھا جو اٹھارہ برس کی تھی اور
ہندوہ برس کی چھ لڑکیاں سب سے چھوٹی کا نام گھبرا تھا۔

بوڑھے کی رقیقہ حیات کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ سو فیصد لبریشنٹ
کی مین بنانے والی ٹیکٹری میں نوٹرین کا کام کرتا تھا۔ وہ بہت ہی ایماندار
کام کو سوچ بچ کر کرنے والا اور قاعدہ کی پابندی کرنے والا آدمی تھا۔
خلاصہ یہ کہ وہ ایک خود کام مزدور تھا۔ بچہ اور بے نامی تھیں وہ رہتا تھا۔
انا کا گھر بھائی ستن کر بوڑھا بیلی جا سے باہر ہو گیا۔ کچھ دنوں
کی ایک بڑی دوکان پر جنیم کا کام کرنے والے ایک آدمی پر اسکو شک
آٹھا اور بوڑھے نے اسے جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد
جب بوڑھے کو پاس پڑ دس کے لوگوں کی ترپانی معلوم ہوا کہ آنا سکاری
لوگزی میں ہے اور باقاعدہ طور سے پیسہ پیدا کر کے زندگی گزار رہی ہے
اور اب اسے کوئی آوارہ نہیں کہہ سکتا آنا ہی نہیں بلکہ اب تو وہ نامور
کی حد الٹ کے بیچ سٹیج ٹریڈو یس کی دوست بن گئی ہے تب تو بوڑھے
کا سارا خستہ کا نور ہو گیا۔

اسنے ہی سے بوڑھے کو اطمینان نہ ہوا بلکہ اس کی انا کے بارے میں
اور زیادہ جانتے کی خواہش زبردست ہو اٹھی۔ اس نے اس کے

چند واسطے ساتھیوں سے جو اس کے یہاں ہو آئے تھے اس کا حال حال معلوم کرنے کی تھائی۔ دوستوں نے جب آتے جگے جگائے مکان میں وحشت کے سامان اسیرانہ زندگی کا بڑے ٹھانے سے ذکر کیا تب تو بوڑھے ٹیلی کا چہرہ غرور اور خوشی کے جذبات سے متاثر ہو کر کھل اٹھا۔ آج جبکہ وہ تیس سال سے کسے کسے فرحکھپ کر بھی پانچ یا چھ ہزار خرانگے ہی جمع کر سکا تو تقریباً اتنی ہی لاگت کا سامان آسانش نسبتاً اس سے بہت کم خرچہ ہی جمع کرنے والی آٹا کی سوچی اور سمجھ میں اسے شک کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہی۔

ایک دن علی الغیاب گاؤں کے دوسرے کنارے پر رہنے والے اور پیسہ بنانے کا روزگار کرنے والے ٹوپا رڈ کا ڈاکا ٹیلی کے پاس آیا اور دوسری لڑکی روز سے شادی کرنے کی پیشکش کی۔ بوڑھے ٹیلی کا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ چونکہ ٹوپا رڈ خاندان بہت ہی سبزی اور دولت مند تھا اس لئے بوڑھے کو یقین ہو گیا کہ اپنی لڑکیوں کو پاکر وہ بلاشبہ خوش نصبت ہے۔

شادی طے ہو گئی اور دونوں طرف سے طے ہوا کہ خوب دھوم دھام کے ساتھ بیاہ کیا جائے۔ سہیتہ ایڑسی کے ایک مشہور چوٹیل میں انھوں نے دعوت دینے کا خواہ اس کام میں ان کا سارا اندونہ کھم ہی کھم نہ ہو جائے۔

ایک دن صبح کے وقت بوڑھا ٹیلی جیوں ہی اپنی دونوں لڑکیوں کو لے کر ناشتہ کرتے بیٹھ رہا تھا، دفعتاً اس کے گھر کا دروازہ کھٹکا اور آواز اٹھ اٹھی ہوئی۔ وہ اچھی طرح سنگار کئے ہوئے تھی اور بہت ہی خوبصورت نظر آتی تھی۔

یہ طرائف کا ایک سکہ۔

بوڑھا ٹیلی کہہ نہ سکے اس کے پہلے ہی اس سے اپنے وہ نون بازو پوچھے گئے تھے کہ کس کو دے گا۔ اس کے بعد آدھہ ہو کر اپنی بیوی کو دونوں ہاتھوں سے کس کر بھائی سے لے لیا۔ اس کے بعد اس سے اپنے لئے بھی ناشتہ کی ایک فطرتی سنگاری مانگی تاکہ وہ بھی اپنے کنبہ والوں کے ساتھ کھانے پینے کا لطف اٹھا سکے۔

بوڑھے ٹیلی کی آنکھوں میں خوشی کے بارے اُٹھ گئے۔ پچھلے چھ مہینے اس نے کتنی بار ڈھرا یا ہے تھا کہ یہی ماری ہے۔

تب اس نے اپنا سارا قصہ بیان کیا اور سینٹے رائے سے جا کر روز کی شادی کرنے کے بارے میں اس سے سخت مخالفت کی۔ اس نے بوڑھے کو سمجھایا کہ شادی میرے گھر سے کی جائے اور اس کا سارا خرچ میں خود برداشت کروں گی اس سے یہ بھی کہا کہ ساری تیاریاں میں سے کر لی ہیں اور اب کچھ بھی کرنا یا کتب نہیں ہے۔

بوڑھا ٹیلی تو اس بات پر راضی ہو گیا لیکن بعد میں اس کو شک ہوا کہ خاندان ٹوپا رڈ بھی اس بات سے متعلق ہو گیا نہیں۔ روز اس بات کو سن کر چکرائی اور پوچھنے لگی "اُن لوگوں کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ آپ لوگ یہ کام میرے دست چھوڑ دیں۔ میں اس بارے میں غلط سے بات بہت کر دی گئی۔"

اس نے اُسی دن اس بارے میں اپنے چاہنے والے سے مشورہ کیا اور ڈی آسانی کے ساتھ منظوری حاصل کر لی۔ قدرتی طور پر سسر اور سسر ٹوپا رڈ بھی بہت ہی خوش ہوئے۔ اس طرح اُن لوگوں پر سے ایک بہت بڑی ذمہ داری اُٹ گئی اور عرصہ دعوت ملنے کی آسید بھی بند ہو گئی۔ انھوں نے غلب سے کہا۔ "تم یہ راہیقین کر لو کہ ہر چیز اعلیٰ درجہ کی ہو گی۔"

انھیں کے ہڈوں میں ایک جگہ کھانا پکانے والی ان کی ایک دوست

سز خورش کو بھی انھوں نے نہ دیکھ کر کہنے کے لئے کہا۔ انا نے اُن کی ساری شرطیں منظور کر لیں۔

سینے کے آخری دو شعبہ کے وہی شادی سے بھائی۔

(۲)

خدیجی اور قاضی مراحم کی اور انکی کے بعد رات اُنکے طرح بھی خانہ میں ٹیل کے دو صوفوں میں روئے ٹیل کے ایک صوفے سوئے سادہ بنیں۔ صوفے سوئے سادہ بنیں۔ بیشتر فلسفیانہ خیالات میں غرق رہنے والے سیدہ مزین کے بزرگ تھے۔ سسر لیاؤ اس نام کی ایک سہریدہ چاہی جی میں بھی کئی تھیں۔ ساری جماعت میں صوفے سوئے سادہ بنیں اور انا بھی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ساتھ ساتھ ہیں رہے تھے۔

جوں جوں وہ لوگ انا کے درون سے پرہیزگار اپنے ساتھی کا انکھڑ کر بھاگی اور کہتی گئی۔ "میں نہیں راست جاناؤں گی اور انا کھٹکتے تھے جب تک کہ ہاتھ لوگ دو صوفے دوسرے اُس کی تعلیم کہتے ہیں" وہ دوڑ کر سیڑھیوں پر چڑھ گئی۔ اور پچھل کر وہ ایک کوسے میں کھڑی ہو کر آئے والوں کا استقبال کرتی جاتی تھی اور انھیں کہنے کا راستہ بتاتی جاتی تھی۔

رات کا ہر شخص جوں ہی کہنے میں داخل ہوتا چاروں طرف متحیر ہو کر دیکھنے لگتا تھا اور کہنے کی ذہنیت نیز انا کا امیرادہ طعنے ہاتھ دیکھ کر چونک کر اُٹھتا تھا۔

پچھلے زمانے کے روم ہی میں کھانے کی میزوں کی لگائی گئی تھیں کہ وہ کھانے والوں کے بیٹھنے کے لئے کھائے کا کمرہ چھوٹا تھا۔ زیادہ کھانے پینے اور پھر باریں پاس ہی کے ایک بول سے بائگ کی گئی تھیں۔ کچھ لوگوں میں سے کھانے والی شاعروں میں شراب کی بھری بھرائی ہوئی چھاپا رہی تھیں۔

خورقوں سے سب سے پہلے آرام کرنے والے کہنے میں جا کر اپنے اپنے شامل اور ٹوپ بٹا کر کھٹے اور پھر ڈرائنگ روم میں واپس آ گئیں۔ دوسرے کے والد سسر ڈیوار سے (جو کہ دروازے پر کھڑے تھے) سلام کئی طرح سے چٹک چٹک کر کر بھاگا کہ ہاتھ ہٹا کر اور انھیں شکاک کرنے والے لوگوں کا دل بٹھا دیا۔ روڑھا لیں جس کا سینہ اُس وقت بارے خورق کے پھول کر گڑبڑ کا ہوا تھا۔ والد جوئے کے خورق سے تھا ہوا تھا ایک ہاتھ میں اپنا ٹوپے کرے میں جا کر اپنی لڑکی کی شان شوکت کو دیکھ کر پھر لاجار ہوا تھا اور ہر چیز کو ٹپکے خورق سے دیکھ کر جانچ رہا تھا۔

انا اور احمد و مراد و زکریا کی خورق میزوں کے لئے نوکروں کو حکم دے رہی تھی اور جلدی چھا رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ کھانے کے کمرے کے دروازے پر نظر آئی اور زور سے چلائی "لو بھر کے لئے آپ لوگ ادھر آئیے"۔

بارہوں دھماکا اُس کرے میں داخل ہوئے۔ ایک چھوٹی سی میز پر صوفے شراب کے بارہ گلاس بھرے رکھے ہوئے تھے۔

موتہ اور اس کا شوہر وہاں ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور وہ کہ ایک دوسرے کا دھبہ چلے تھے۔ صوفے سادہ بنیں ایک ٹبل انا کو دیکھ رہے تھے وہ سب لوگ بیٹھ گئے اور شادی کی دعوت شروع ہوئی۔ میز کی طرف سب دھنستے دار بیٹھ رہے تھے اور دوسری طرف نوجوانوں کی ٹولی۔ دوسرے کی ماں بہن ڈیوار و اہلی طرف وسط میں بیٹھ کر رہ جاتی کہ رہی تھیں۔ ان کی بائیں طرف دو طوائف بیٹھا ہوا تھا۔ انا سب کی خورقوں کا بظرف خانہ مطالعہ کرتی جاتی تھی۔ مہمان اپنے اعزاز میں جمانے گئے کہنے اور باری میں بیٹھے والے طرح طرح کے کھانوں کو دیکھ کر پھولے نہ سانسے تھے۔ ان لوگوں نے خوب آسودہ ہو کر کھانا تو

کھا یا لیکن جیسی مذاق کا کوئی انتظام نہ ہوتے کی وجہ سے سب کچھ خاندان
 ہوسٹ پر بھی انھیں ایک کی نظر آتی تھی ؟
 جیسی کچھ مسز کو پیار ڈالے اس کی کوہر اور گنے کے لئے کھانا
 شروع ہوتے سے پیشتر ہی کھا تھا ۔ " غلب اس موقع پر تم کوئی گریٹ خبر
 گاؤ ؟ " ان کے حلقہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ غلب کی آواز بہت شریلی ہے ،
 دو ٹھانسیکا اتا ہوا آواز اور اپنی سالی کی طرف دیکھ کر حسب موقع وہ
 محل کوئی ایسا گیت سوچنے لگا جو دعوت کے کھانے کو اور بھی مزہ دے گا ۔
 ان کے چہرے پر اطمینان کی جھلک تھی مگر کھانے کے لئے ہستی کوئی
 بن کر تیار تھے اگر چہ مسز کا موقع آجائے تو اس کے لئے بھی لوگ تیار تھے ۔
 گانے والے سے گانے کا نام بتایا " بدغیب روٹی " اور اپنا ہنسا
 ہاتھ اٹھا کر طرح طرح کے اشارے کر کے وہ گانے لگا ۔ درحقیقت وہ بڑا
 لمبا کانا تھا جس میں آٹھ آٹھ لائنوں کے تین بند تھے ۔ آخری دو لائنیں
 دوبارہ تھیں اگر کسی کوئی نہیں سمجھتا کہ اس سے پہلے دو بند گانے اسامیٹ
 اس کا قصداً اٹھ چکا تھا ۔ ان دونوں بندوں میں بالترتیب پہلے ایٹنی
 اور ایمانداری سے روٹی گانے کے طور طریقوں پر روشنی ڈالی تھی مگر
 بوڑھی چاہی اور دو لائن کا تار آٹھو ہار ہی تھیں ۔ پہلے بند کے پورا ہونے
 پر کھانا بنانے والی ایک ٹک اپنے ہاتھ کے کاغذوں کو بالکلوں کی طرح
 دیکھتی رہ گئی جیسے دیکھ کر دوسرے لوگ تالیاں بجانے لگے ۔ دوسرے
 بند کے ختم ہوتے ہی دوبارہ کے سہارے کھڑے ہوئے تو اسے دو ٹوکروں نے
 بھی جذبات کی فراوانی سے مجبور ہو کر گانے والے کا ساتھ دینا شروع
 کر دیا ۔ دو لائن اور چاہی دونوں ابھی تک پھوٹ پھوٹ کر کوئی نہیں
 ٹیڈی کی ٹیڈی سے اپنی ناک سے ایک عجیب و غریب آواز نکالتی شروع کر دی اور
 بوڑھے مسز کو چار ڈی بھی کچھ بگڑے لگے ۔ کھانا بنانے والی بھی کچھ بگڑے لگے ۔

موٹھے سادھن سے ہدایت سے متاثر ہو کر کہا : " درحقیقت اس کو
 گانا کہتے ہیں ۔ عام طور پر ایسے موقعوں پر جو گندی اور بھڑکی باتیں
 سننی سنائی جاتی ہیں ان کی بہ نسبت یہ گانا کتنا بلند پایہ اور موثر ہے ؟
 دیکھنے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اتا بھی پہلے حدت فر ہو چکی تھی ۔
 اس نے اپنا اور اپنی بہن کا ہاتھ جو م لیا اور پھر اس کے گانے والے
 خواہش کی طرف اشارہ کیا گو وہ ایسا شوہر پاسے پر اسے مبارکباد دے
 رہی ہے ۔

اپنی کامیابی کے لئے محمد پور ہو کر غلب کا تپلا جا رہا تھا ۔ آخری
 بند میں " فوجوان لڑکیوں کے دل میں ہے اتنی سے روٹی گانے کا
 ذکر تھا ۔ اس دل خواہ بند کو گانے وقت بوڑھے کو چار ڈی اور
 دونوں ٹوکروں کے علاوہ کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا ۔ اتا کا
 چہرہ زرد پڑ رہا تھا اور اس نے لگا ہی لگا ہی دو لائنیں دو لائنیں
 سب لوگوں کا تھک دیکھ رہی تھی ۔ بھلا ایک ماحول کے اس طرح بدل
 جانے کی وجہ اس کی کچھ میں نہیں آ رہی تھی ۔

موٹھے سادھن نے حالات پر قابو پانے کے غلطان سے سنبھلنے کی
 کے ساتھ کہا : " آخری بند بالکل طر ضروری ہے لڑکیوں کی ٹیڈی اشتیاق
 کی وجہ سے بن کے کان تک شروع ہو رہے تھے چاروں طرف ہار
 ہو جانے والی لگا ہی لگا ہی بھول رہے تھے ۔ تب اتانے آواز سے ہونے
 آوازوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے ٹوکروں سے کہیں
 لائے کہ کیا ۔

پھر ایک بار سادھن کے چہرے خوشی کے مارے کھل اُٹے ۔ لیکن

بوڑھے نوچار ڈپر کچھ اور ہی تنک سوار تھی۔ اسے کچھ غیر ذہنی کہہ کرے
میں کہا اور رہے۔ اپنی طرف لوگوں کو متوجہ کر کے گئے اس نے
لاسٹ کی آخری دھنوں کو مسی کے ساتھ لایا۔ ”بچو! اس روٹی کو
نکھالنے کے لئے میں تم سب کو آگاہ کر رہا ہوں۔“

صنہرے کاغذوں میں لپیٹ ہوئی سچپنی کی بوتلوں کو لاتے ہوئے
دیکھ کر سب لوگ بچہ یک وہی سطر میں توہرا لے لے گئے گویا انھیں بھلی
چھو گئی ہو۔

”بچو! اس روٹی کو نکھالنے کے لئے میں تم سب کو آگاہ کرتے
دیتا ہوں۔“



اس نے ناموری کیے مال کی

کچھ لوگ ناموری کی ایسی زیر دست اور پیدائشی خواہش دیکر پیدا
ہوئے ہیں کہ جیوں ہی وہ کچھ سوچے، بگھنے اور کرنے کے قابل ہوتے
دوسروں کی نظروں میں اونچا اٹھتے اور ان سے عزت پاسنے کے حتمی
نظر آتے گئے ہیں۔

سوچنے کیلئے روٹی بچپن ہی سے یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے آپ کو
عوام سے علوہ اور غنی سے غنی پر شک پہنے دیکھے۔ جب وہ بہت ہی
چھوٹا تھا تبھی طرح طرح کے نقلی عطفوں سے اپنی چھاتی ڈھک کر وہی
نظر محسوس کرتا تھا۔ جو کچھ لاسٹ بچپن ہی میں سپا ہیئر ٹوٹی لگا کر کرتے
ہیں۔ اپنی ماں کے ساتھ جب وہ بازار جاتا تب اس کی آنکھوں سے
خود داری کا اظہار ہوتا تھا۔ اپنی چھوٹی سی چھاتی پھٹا کر وہ اس طرح
چلتا تھا کہ اس کے تھے اور لال پیٹے، ٹائٹس کی چیزیں بن جائیں اور
لوگ کسی طرح متاثر ہوں۔

ہر حیثیت ایک طالب علم وہ ہمیشہ ناکا میاب رہا۔ بی۔ اے
کے امتحان میں جب وہ کسی طرح کا میاب نہ ہو سکا تو اس نے
اپنی تعلیم دہم پر ختم کر دی۔ جب اسے کچھ بھی نہ ہو سکا کہ آئندہ کے
لئے کیا کرنا چاہئے تب ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر اس سے بیاب
کر لیا۔ اسے کچھ کر کے لاسٹ کی فکر نہ تھی کیونکہ ترکہ پوری میں بہت
کچھ اس کے ہاتھ آیا تھا۔

اوسا درجے کے دوسرے لوگوں کی طرح یہ لوگ بھی تیرس ہیں اس طرح

تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں دوستوں کو دیکھا کہ چہ تھا
اور انھیں اس کی پروا بھی تھی چند سرکاری افسروں کی دوستی پر
انھیں بڑا زحمت تھی کہ ان کا خیال تھا کہ ان کے دوست افسروں میں سے
بعض کس دکان میں ملے اور ان کے رکن بھی بن سکتے تھے۔ جو جہاں
حاکموں میں سے بھی ملے تھے۔ ان کی دوستی بھی لیکن اس کے باوجود
سوچنے کیلئے۔ ذرا ایک خیال پر بحث کرنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر
بات کا کھلا کر رہنا تھا کہ اپنے کو شہر پریشانی سے کا دو شاہی دنیا
تھا اس کو حق نہیں تھا۔ شام کو جو خوری کے سے جاسے ہوئے تھے
سڑک پر بیٹھ گئی ایسے لوگوں سے اس کا سام ہو جاتا جنہیں حکومت
کی طرف سے اس طرح کے اعزاز حاصل تھے تو وہ ان کی طرف مہرور
دیکھتا اور چل نہیں کر رہا تھا۔ دوپہر کے وقت بھی کبھی صبح سے
کوئی کام نہ کر سکتا تھا تو وہ ایسے لوگوں کو شمار کرتے تھا۔ جیسی اسے
غیظ سے رہو جاتا وہ وہ اپنے آپ ہی کہتے تھے "دیکھ جا رہے کہ نہیں
اور رازداروں کے درمیان چلے ایسے اعزاز اس کے لئے ایک
تھے ہیں۔ وہ بھی اس ضمن میں وہ دھیرے دھیرے ان لوگوں
پر چلنا شروع کر دیتا تھا اور ہر ایک کے گوشت کو عورت دیکھتا جاتا
تھا جب وہ ان سڑکوں کے دو دھیرے کنارے پہنچ جاتا تو
اپنی گلی کی تعداد کو روک دیتے گنا۔ آٹھ افسر اور سترہ ناٹ اور وہ
کتنے زیادہ۔ امتداد کھول کر خطبوں کی بارش کرتے کہ جو خوشی
ہی کہیں گے۔ جیسے خوب ہے وہ اپنی کے وقت اسی طرح کے دنیا میں
کتنے لوگ درمیان گئے!"

اور وہ بجا رہا اسی طرح دھیرے دھیرے دیگر فٹ دل جو کر
واپس لوٹ۔

سے وہ ہمیں اسی طرح معلوم نہیں جہاں زیادہ تر ایسے سڑک
لوگ رہتے تھے۔ سے معلوم تھا کہ ہمیں زائل میں ایسے لوگ کافی
تعداد میں آباد ہیں۔ اور ان میں سے وہ ایسے لوگ ہیں جو
زیادہ تعداد میں ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہی سڑک کے دھیرے بازو پر وہ
بائیں بازو سے زیادہ چلتے ہیں۔

اس لوگوں کو جو جو ٹیبلٹ اور کالی گھر پر بندھے کیلئے گئے
پاس میں کا بھی اس کا کتاب تھا۔ جب وہ کچھ خست و آس کو
پچ سڑک کے دھیرے پر کہیں گئے اسے جو کہ گئے تھے اسے
لوگوں کا چارہ بیٹے اور اس کی گرائی کر کے ریت تو اپنے آپ
کے لئے نہت۔ اس کا ایک ایک حکومت کی طرف سے اعزاز
پاسے واسے مسہر ہیں۔ اس کے بعد اپنی ٹوٹی آٹا کر وہ ان کی
حالت افزائی کرتا تھا۔

اس کی بزدلی میں تھا ہوں سے اس بات کا بھی پتہ نہ تھا
تھا کہ جو لوگ محض ناٹ ہیں ان میں اور اس طرح کا اعزاز پاسے
داؤں میں کا کرتی ہے۔ اس نے معلوم کر لیا تھا کہ عوام کے
لوگوں پر افسروں کی دھاک بھی ہوتی ہے۔ وہ لوگ انھیں زیادہ
عزت کی خاطر دے دیتے ہیں۔

بعض دنات تو وہ غریب ہر ایک اعزاز پاسے واسے آدمی
دیکھ کر بڑا جانتا تھا جس طرح اسے ادب کو دیکھ کر سوشلسٹ
گراؤ لگتے ہیں۔ خبیث دینے ہی خیالات سوچنے کیلئے اس کے بھی
ہو جاسکتے تھے۔ جب وہ بہت سے اعزاز پاسے ہوئے لوگوں
کو دیکھ کر مٹا۔ ہوا کہ کی طرف تو مٹا۔ جب اس کی ٹیکہ دوسری مٹا
رہتی تھی جو ایک مجبور اور نہ کس بھوکے غریب کی طرح طرح

کی سطح نیوں سے بھی بڑی کسی ڈکان کے پاس سے ہاتھ ملنے ہوئے گزرتے رہ رہتی ہے۔ وہ گھر آئے پر تنگ گراہی جی سے رہ جاتا۔ وہ اس اندھی سر کا دے کہ نکالتے گی؟ اور اس کی بڑی بڑے سے انھیں چاڑھ کر اس کے پاس کی طرف بھٹک رہا ہے بھٹک رہا ہے اور آج تمہیں جو کیا گیا ہے۔

"ہمارے اس پاس رور۔ پچھلے واسے انصاف کے کھلو توں سے بھگے پریشان کر رکھا ہے؟ وہ جواب دیتا۔

وہ پھر کاٹھا دکھانے کے بعد وہ پھر غبر کا پتھر لگاتے صحت اور شاہی چوڑا دیتے فروخت کر کے ان ڈکانوں کو دیکھتے ہیں وقت رہا کرتا طرح طرح کے فیتوں اور عوامی گاؤں کو دیکھ کر اسے ایک معلوم ہوتا رہا کہ وہ بھی ان سب کو پس سکتا کسی شاہی عروس کے موافق و دو گیسو شان شوکت کے ساتھ سب کے آگے آگے چلتا۔ اس وقت اس کا ٹوپ اس کی اصل میں دیا جوتا۔ طرح طرح کے امدادی فنون سے اس کا چوڑا سینہ نکلتا ہوتا۔ وہ بھی آستان میں چلنے والے بڑے روشن ستارہ کی طرح مسکھ میں اپنا شاندار رکھتا۔ اس کے پاس اور شاہی فنون کو دکھ کر وہ گسلاؤں ہی کان اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے اور اس کی تحریک کرتے ہوئے چٹاؤں میں اسے ٹکڑے دیتے۔ لیکن انھوں نے اسے کسی طرح کا گاؤں پہنچنا نہایت لگائے کا حق نہ تھا۔

وہ پہنچا ہی کہ نہ تھک گیا بلکہ کی خدمت کے لئے ہنر کا جی کوئی اعزاز حاصل نہیں کر سکتا۔ غرض کہ وہ کوہ دار لام کا رنگ بن چاہتا ہوں اتب؟

لیکن اس غریب کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر وہ اپنی بیوی کو سارا ہاتھ کے سناٹا تھا۔

دار لام اس ترکیب یا تم کس و تیر اس کی تہہ کرتے ہو؟ وہ چونک کر بڑھ چکی وہ جھٹکتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میں کی کہہ رہا ہوں انھاری صلاح میں اس سے ہے۔ ہاؤں کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے کون سا ذریعہ اختیار کیا جائے۔ لیکن کبھی کبھی تو تم ایک دم سے بیوقوف ہو توں کی طرف بات کرتے لگتی ہو؟

"تم بالکل ضلک کہہ رہے ہو۔ اے اس بارے میں ذرا بھی غصہ نہیں۔ مسکرا کر وہ جواب دیتی۔

اسے ایک ترکیب سوجھیں۔ وہ لکھنے لگا۔ اچھا تم دار لام اس کے نائب وزیر ہوتے رہو۔ بیٹیں سے اس بارے میں تذکرہ کر دو تو کہیں گا۔ ممکن ہے وہ کوئی راستہ بنا سکیں۔ تم اساتو جانتی ہی ہو کہ میں بذات خود اس بارے میں اُن سے بڑھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ کہنا نہیں بھگتے ہیں اور اس کے ساتھ اس علاقہ مصلحت بھی۔ لیکن اگر تم تذکرہ کر دوں تو وہ ایک طرح سے حق کا سبھی سمجھا جائیگا۔

اس کے بعد اسے یہ تذکرہ کیا۔ وہ نوٹس رو بیٹیں سے اس بات کو ذرا رت کے سامنے پیش کر کے کا وعدہ کیا۔

اس کے بعد نوٹس لکھا۔ اے بیٹیں اس وقت تک پریشان کرنا رہا جب تک کہ نائب وزیر رو بیٹیں سے انھیں باقی وعدہ طور پر ایک عرض پیش کر کے کہ اور اس کے ذریعہ مصلوہ۔ شاہی اعزاز اس کے لئے پہنچاؤں گی کے تحت میں اس میں پیش کر کے کو نہ کیا۔

تیس کس طرح اعزاز حاصل کر کے کا دعویٰ کر سکتا ہوں؟ میں ایک گرجا بٹ بھی تو نہیں ہوں۔ اس سے کہا تاہم اس نے اس بارے میں کاشمکش کرنا شروع کیا۔ بڑی دیر تک مفلوہ اسے کے بعد اس نے ایک پختہ پچھو دانا لے کیا جس کا نام رکھا گیا۔ "نظام حکومت

تخلیف کا انہیں کرنے جب لوگوں کو مگر بیٹے محمد سے مراد کتابیں پڑھنے کو ہیں گی تو خود ہی ایسے کتب خانے بہت ہی مفید ثابت ہوں گے۔ کچھ اسی طرح کے خطابات سے متاثر ہو کر اس کی تعلیم تمہاری گئی تھی۔

تب اس سے حصولی اور روزمرہ چیت آسنے واسے واقعات کے بارے میں گفتے کیا۔ اس سے جلد ہی اپنا کام شروع بھی کر دیا۔ سب سے پہلے اس سے ایک رسالہ لکھا "منظر کے ذریعہ بچوں کی تعلیم۔ اس کی اس اسکیم میں شہر چر جس کی قریب آبادی میں بچوں کے لئے ایسے سینا کھرنے پر زور دیا گیا تھا جہاں ان کو چادری لائین (سجک لائن) کے ذریعہ بد قیاس تعلیم دی جاتی۔ تعلیم کے لئے ایک مضامین مقرر کیا گیا۔ "بہ دی خیال"۔ خاکہ میں اس منظر کو دیکھے گا اور اس سے اس کے رہائش کی تسوہ مانو گی۔ اس طرح بچوں کو تاریخ، جغرافیہ، علم نباتات، حیوانات، علم البدن وغیرہ مضامین کی تعلیم آسانی سے دی جا سکے گی۔

آج سے اپنے ان خیالات کو چھپو کر ایک چھوٹا سا رسالہ بنوا
لیا اور اس کی کاپیاں تمام ممالک میں تقسیم کر دیں۔ ہر ایک وزیر کی کاپی
دس دس کاپیاں وزیر اعظم کو بھیجیں کاپیاں اور ہر ایک اخبار کے
ایڈیٹر کے پاس پانچ پانچ کاپیاں بھیجیں۔

اس کے بعد اس نے تیسرے پورے مکتب خانوں کے بارے میں گفتگو شروع کیا۔ اس نے سلیم پٹن کی کتابوں کو گائیڈوں پر لا کر مرکار، نو کوگلی، گلی پکڑ ٹنگ - ہر ایک شہری کو ایک سیمینار دے دیا۔ یہ سیمینار اس کے بارے میں اس سے صرف آدھ گھنٹہ اور چار چھ دن رہنا پڑے گا۔

اُس کے ان خیالات کو پڑھا کر وہ شوک بھی اس سلیم سے
واپس لینے لگیں گے جو آرام کی عیند چھوڑ کر لاٹری چری تک جانے کی

سائنس کی حیرت انگیز ایجادات کو روش میں لاکر شہرت اور عزت حاصل کرتا ہی اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا۔ اتنا ہی نہیں اپنی آڑ میں وہ اُسے دو اننگس لے سکے۔

ایک دن جب ناشتہ کر سنے کے موٹھے روٹیلین اپنے دوست کیلارڈ کے یہاں آئے (گزشتہ کئی مہینوں سے وہ مسلسل دوسرے کھانا کھا رہے تھے) تو اُس سے ہاتھ ملاتے ہی آہستہ سے کان میں کہا: میں نے تمہاری بڑی سفارش کی ہے تاریخی تحقیقات کر سنے والی کمیشن نے ایک بڑی ذمہ داری کا کام تمہارے سپرد کر سنے کے بارے میں سوچا ہے۔ ملک فرانس کے مختلف کتب خانوں میں دیکھو دیکھنا کرتا ہے۔

سات کوٹن کر کیلارڈ اتنا زیادہ خوش ہوا کہ کھانا پینا بھی بھولی گیا۔ ایک ہفتہ بعد وہ اپنے کام پر واپس آکر دیکھا کہ گاڑیوں گاڑیوں میں جا کر وہ لائبریریوں کی فہرست کتب کو دیکھتا۔ بڑی بڑی اور ضخیم کتابوں سے لبرٹی ہوئی الماریوں کو وہ بڑے غور سے دیکھتا اور مختلف علوم و فنون کی کس لائبریری میں کتنی کتابیں ہیں۔ اس کے متعلق اعداد و شمار فراہم کرتا۔ لائبریرین اُس کی مداخلت سے پریشان سے ہو گئے تھے۔

جب وہ راتیں کے کتب خانہ میں کام کر رہا تھا تو ایک دن کی بات ہے کہ اُس کے ہی میں آیا کہ وہ اپنی بیوی سے توراٹے۔ ایک ہفتہ سے وہ بے ہوش تھا۔ اُس سے رات تو بچے کی گاڑی پر بڑی جوارہ بچے جیسے چلتی تھی۔ پھر آدھے کے تاؤں کی کہیاں اُس کے پاس بھیجیں اس نے کئی طرح کی آواز کے بغیر وہ اندر سے کہہ دیں کہ بچہ سچا ہے۔ وہ جب چاہا اپنی بیوی کے پاس پہنچ کر دفعتاً اُسے جو نکالنا چاہتا تھا

اس نے مارے خوشی کے اُس کا دل پھیل رہا تھا۔ لیکن وہ کمرے کو اندر سے غفلت کے ہوئے تھی۔ اس نے وہاں آج کر اس کے سامنے صفحہ ہوں پر پانی پھر گیا۔ اُسے پکارنا بھی پڑا۔

بیچنا وہ بہت ڈر گئی ہو گی۔ چونکہ کیدار کو ایسا معلوم ہوا کہ باوجود علم اگر سترہ سہ سے کوئی اور آپ ہی آپ کہ اس طرح بڑبڑائی گویا تھا دیکھ رہی ہو۔ تب وہ صدر کمرے کی طرف بھاگتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ دروازہ کھلا اور بند ہو گیا اور پھر کسی کے ننگے پاؤں اُس کمرے میں دو تین پکڑ لگنے کی آہستہ سی۔ اس کے بعد کہیں اُس پر چڑھا۔

”انگریزوں کا تم ہو؟“

”ہاں ہاں۔ میں ہی ہوں۔ چندی کرو۔ دروازہ کھولا اس سے کیا۔ جیوں ہی اُس نے دروازہ کھولا ہوا گادہ سمی ہوئی سی اُس سے پٹ گئی اور چلائی۔ اوہ کتنا نفرت انگیز حیرت اور کتنی خوشی۔۔۔ وہ ایک ایک کر کے اپنے بچہ کے آگے لگا۔ جب وہ اپنے سب بچے ٹھکانے سے ٹانگ چکا تو ایک کمری پر اُس سے اوپر کوٹ بڑا دیکھا۔ جیسے وہ ہمیشہ ڈرائنگ روم کے بھلے واسے کمرے میں ٹانگ کرتا تھا۔ اس نے اُسے اٹھا لیا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ گر شہہ ہ کھلا رہ گیا۔ اُس کو کوٹ میں سرکاری احواز کا دل بیت لگا دیکھ کر اُس کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

”کیوں اس کوٹ میں رہتا تھا؟“ اُس نے پوچھا۔ ”کیوں اس کوٹ میں رہتا تھا؟“ ایک ہی لمحے اندر اُس کی بیوی اُٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گئی اور کوٹ کو اُس کے ہاتھ سے پیلے کی کوشش کرتی ہوئی کہنے لگی: ”نہیں تم غلطی کر رہے ہو۔ اُسے لکھو دے دو۔“

لیکن پھر بھی اس سے کوٹ کی ایک آستیں چوڑا جہاد اور چہتہ بڑا
 "ذرا بتاؤ تو آخر یہ کوٹ ہے کس کا؟ اس پر سرکاری افسر کا کہنا تھا
 ہوا ہے۔ اسی لئے شاید یہ میرا نہیں ہے۔"
 "سنو سنو! اسے جگہ دیدو۔ میں بتاؤں گی کہ یہ کس کا ہے۔ یہ ایک
 عہد کی بات ہے؟ وہ پہلے صہری کے ساتھ بولی۔
 لیکن وہ غصے سے لال چڑھا ہو کر بولے "میں یہ جانتا ہوں کہ یہ
 اور کوٹ جہاں آگیا ہے؟ یہ بتانا میرا نہیں ہے۔"
 "یہ تمہارا ہی ہے، سنو میری قسم ذرا سو تو نہیں؟" میں نے کہا
 "کی کتنی ہو مجھے اعزاز مل گیا ہے؟"
 وہ کھنگھلیا۔ اس قدر کہ وہ کوٹ بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑ
 اور وہ دائیں ایک آرام گز میں گر گیا۔
 "ہاں یہ سچ ہے لیکن یہ ایک راز ہے؟ اس کی جڑ ہی سے کہا۔
 اس سے کوٹ کو لے جا کر ایک انٹاری میں بند کر دیا اور کانپتے ہوئے
 دل اور پرشورہ میرے کے ساتھ وہاں لوٹی۔
 "اے" اس سے گستاخ کر گیا۔ یہ نیا اور کوٹ جس سے تمہارے
 لئے بنا دیا ہے۔ لیکن میں سے پتھر اور وہ کر لیا تھا کہ اس بارے میں
 کچھ بھی نہ بتاؤں گی۔ کیونکہ سرکاری طور پر اس کا اعلان ہو جیتے یا ایک
 پچھلے سے پیشتر نہ ہو سکے گا۔ جب تک کہ تم یہ کام ختم کر گئے ہو اس اور
 نہ آ جاؤ۔ یہ سب موٹے روٹیلین سے تمہارے لئے کیا ہے؟
 روٹیلین باخوشی سے متوالا ہو کہ وہ بولا "روٹیلین سے بنگے اجڑا
 دلا یا۔ اور اس سے آگیا"
 اور اس سے پانی کا ایک گلاس چڑھا دیا۔
 اور کوٹ کی صیغہ سے سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا فرش پر گر پڑا تھا۔

کیلاؤ سے اسے آٹھایا۔ وہ موٹے روٹیلین کا بڑا ٹکڑا کارٹ تھا۔ اس پر
 لکھا تھا روٹیلین نائب وزیر۔
 اب تو تم مجھ گئے ہو کہ روٹیلین سے ہی تمہارے لئے یہ سب کیا
 ہے؟ اس کی جڑ ہی سے کہا۔
 وہ خوشی کے مارے اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔
 ایک ہفتہ کے بعد سرکاری کوٹ میں یہ اعلان شائع ہوا کہ موٹے
 کیلاؤ کو ان کی غیر معمولی خدمات اور تحقیقات کے لئے دارالامرا کا
 ممبر بننا جاتا ہے۔

جوڈیا کا تائیدہ

میں یہی ایک چہ انش مٹی کے ایک انداز خانہ ان میں ہوئی تھی۔
 ہیں وہ ہیں یوں کو پہنچا ہوا کہ وہ شخص کے اسکول میں کیسی ایک مٹی
 تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھرتی ہو گیا اس کے بعد وہ روم میں نگر آباد
 ہو گیا۔ وہ وہاں دوسرے نو جوانوں کی طرح کہیں تائیدہ اور پیش و تارام
 میں زیادت گو رہنے لگا۔ لیکن پہلی عیس کو رہیں مٹی ایک انسر کی
 جوی پہاڑ کے ساتھ گہر تعلق ہوئے وہ اس کے ثابت ہو سکے جو سکھ جو سکھ
 سے اس کو جد وطن کی سخت صراحت دے دی تھی۔ اس وقت وہ صرف
 پچیس سال کا تھا اس کی یہ جلا وطنی، ظارہ سال تک قائم رہی۔ اس
 زمانہ میں وہ سیریا، فلسطین، آرمینیا وغیرہ مشرقی علاقوں میں سفر کیا۔
 وہ وہاں کے مشہور مشہور شہروں میں عیسائیوں تک، ڈیو، جاسے، سائیر، سلیم
 کی وفات کے بعد جب کیا اس نے عمان حکومت عثمانی نو بیبا کو بھی دوا
 رہیں مسلمان کی جارت لگتی وہ اس کی جائیداد کا بھی ایک بڑا حصہ
 اس کو دیا۔ مطلق اور مصائب سے اسے کافی بھگد اور سوچ
 بھگد کام کرنے والا بنا دیا تھا۔

ایک بین کے اپنے ذہنی مکان میں وہ چپ چاپ تنہائی کی زندگی
 بسر کرتے تھے۔ حکومت با حرم کی طرف سے ناموری یا عزا از حاصل
 کرنے کی اس سے بھی کوشتشیں بھی نہیں کی۔ آزاد رہ کر زندگی بسر
 کرنے والی جو رتوں سے تو وہ غصہ صاف دہرہا کرتے تھے۔ جن مالک کا
 سفر اس نے اپنی جلا وطنی کے زمانہ میں کیا تھا وہ اس کی خاص خاص
 باتوں اور واقعات کو سیر و تہم کرنا شروع کیا۔ اگر اس کے غفلتوں میں

کما جاتے تو وہی بھگے کر اپنی گزشتہ زندگی کے تلخ واقعات کو اس سے منہ چورہ
 زندگی کی دلچسپی کا ذریعہ بنایا۔ اسی طرح کے کام میں مشغول اور رہنے
 ادب کا معاملہ کرتے ہوئے کچھ حیرت اور انوس کے ساتھ اس نے
 ایک دن محسوس کیا کہ وہ گڑھا چلے کی چھٹ پے قدم رکھ رہا ہے۔
 وہ اس کا ہاتھوں سال تھا۔ کڑا اسکے کی سردی سے وہ
 گھبرا اٹھا تھا۔ کچھ دن صبر کے ساحل کی کسی قدر گرم ہوا میں ٹپنے
 کے خیال سے وہ بائیں کی طرف چل پڑا۔ ایک زمانہ رہا ہوگا جب
 بائیں کے صندری ساحل کو جھکی جانوروں اور پرندوں سے آباد
 کر رکھا ہوگا لیکن اس وقت وہی علاقہ رومن امپروں کے عیسائی
 و آرام اور دل بھلاؤ کا مرکز تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ تک امپروں
 کے اس جھگڑے میں یہی تنہائی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ لکھنا کھینچنا
 کے بعد ایک دن جبکہ وہ دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ
 فرحت اور تازگی محسوس کر رہا تھا اسے دور پر نظر آئے تو ان
 انگوڑی بیٹوں سے ڈھکی ہوئی پڑی پر سیر کرنے کی سوچیں۔
 پہاڑی کی لہجہ پڑی پر پہنچ کر وہ ایک راستہ کے کنارے ایک
 جڑ کے درخت کے چپے بیٹھا گیا اور پاس پڑوس کے مناظر سے
 لطف اندوز ہوئے تھے۔ اس کے بائیں ہاتھ کی طرف بڑی دور
 تک جہاں کو کھنڈر اور ٹوٹے پھوٹے دیوان مکانات تھے۔
 جیسے جیسے کھیتوں کی ہریالی پھیل رہی تھی اس کے پورے طرف
 ماس سینٹر کا کوہ رحمتی کا حصہ دور تک صندری میں ٹھکت ہوا
 نظر آتا تھا۔ چینگ کی طرف اس پڑی کے دامن میں صندری کے
 کنارے نصف دائرہ میں بائیں کے شہر سا ہوا تھا۔ شہر کے باغ
 بیچوں در شاہی گنبدوں کا منظر اور چھتے پھرتے آدمیوں سے

بھری ہوئی چوڑی چوڑی سڑکوں کا منظر اس سے بہت ہی شہاد سلیم
 ہوتا تھا۔ بھوٹی سی علیحدگی کے اس پار سندر کے گنبد آس پاس کی
 جہاز کے اوپر سر اٹھانے ڈوبنے ہوئے سورج کی روشنی میں چمک
 رہے تھے۔ دور دور آسمان پر دوسو بیس کا آتش مٹاں پناڈ ڈھواں
 اڑتا نظر آ رہا تھا۔ وہ زمین پر چلت بیٹھ گیا اور یہی جیب سے
 بچر کی سائنس کی ایک کتاب نکال کر پڑھنے لگا۔ لیکن ایک غلام کی
 "وہ زسٹہ آسے چو نکلا دیا اور آسے اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ
 آسے نوای پانگی کے لئے راستہ خالی کرے جیوں ہی پانگی آسے کے
 پاس پہونچی۔ پچاساے دیکھا کہ آسے کے روم نرم گدوں پر بیٹھا ہوا
 ایک بوڑھا شخص غرور و درمطلب بھری نگاہوں سے اس کی طرف
 دیکھ رہا ہے۔ "ٹھٹھا ہا ہا کے سوار سے پناہہ رہنے ہونے تھا۔ اس کی
 طوطے کی سی ناک آگے نکل کر آسے کے جوٹوں پر گرانی ہوئی معلوم
 ہوتی تھی۔ آسے کا بھر ہو چوڑا اجڑا آغریں چاکر آسے کی گھڑی
 کو اور بھی شاندار رہا دینا تھا۔ آسے کو دیکھتے ہی بیباک تو ایسا معلوم
 ہو کر آسے سے آسے کے شخص کو خرد کر گئیں دیکھا ہے۔ آسے کا نام یاد
 کر کے اس کے لئے وہ کچھ تک غصہ۔ اس کے بعد وہ خوش اور
 اپنے نوای جبرت کا اظہار کرتا ہوا پانگی کی طرف بھاگا
 ہوا بٹھین پانٹ "آسے سے چپ کر گیا۔" وہ آگے نہ بڑھا
 بہت شکر ادا کرنا چاہتے کہ آسے نے انھیں پھر ایک بار دیکھنے کا موقع
 دیا۔

پوٹے سے اپنے حاکموں کو غصہ سے کاٹتا رہا۔ اس کے بعد
 وہ بڑبڑاتا رہا۔ "اسے طلب ہوئے تو اسے کو دیکھنے لگا۔
 "پھر سہو دیا رہا۔ وہ سست رہا جس شخص اس میں اس کے اندر پرے

اس اس کی طرف سلیب ہو گئے ہیں اور چند ات تبدیل ہو گیا ہے کہ
 تھا ہے۔ ابیس لپکا کو آسانی سے نہیں پہچان رہے ہو۔
 اس نام کو سننے سے ہوں نہیں جیسی جلدی آسے سے بن پڑا ہوا
 ہے آڑ کر لپکا کی طرف چلا اور آسے وہ دہراہنے سن سے لگا کر
 اس پر نئی محبت کا جوت دیا۔

وہ کے لگا آئی تم سے مل کر مجھے کتنی خوش ہو رہی ہے۔ اور
 قصہ دیکر کہ گھر رہا کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔ جیب میں سیر پینا
 جوڑا پناہہ جاکر تھا۔ اس بات کو تقریباً بیس سال تو پرسنے
 ہوں گے۔ کیوں کہ یہاں مانت ہے جہاں تم ایسی حلا وطنی کے دن
 چھوڑی کے ساتھ گوارا رہے تھے اور جلد ہی پہلی خلافت ہوئی
 تھی۔ خوش قسمت تھے کہ ان دنوں میں انھیں سستی رہا تھا۔ وہ
 چنے ساتھ انھیں بھی سمجھا کر برد سلیم رہ گیا تھا جہاں یہودیوں سے
 اور دنیا بازی سے بچے تحفہ ہو پائی۔ اس پر اس سے زیادہ غصہ
 ایک لمبے سے صوفی دوسرا اور مصلح کار رہے اور اس عرصہ
 میں ہم دونوں اپنی اپنی گفتگوں سے لئے ایک دوسرے کو سہارا
 اور محنت بندھا رہے تھے۔

پچاساے سے پھر ایک بار بھائی سے لگا لیا۔
 "تینوں شخص ابھی تو سرت تک کہا جاتی ہی ہے۔ تم نے یہ نہیں
 کہا کہ کس دریاوی کے ساتھ تم نے ایسی فیصل کاٹنے میں ہوا رہے
 لئے کھول دیا تھا اور یہ اخوت پہنچا دیا تھا آسے کے بعد بھی تم نے
 میرے لئے کہا نہیں کیا۔"
 یہ لکھنے کی عورت نہیں کیا کہ جیوں ہی تم دم واپس گئے تھے تم نے
 ایک شخص کی سحرش بھری پائی پائی میں ہر سو دیکھا دیکھی تھی یہوں نہیں دیا۔

ہوں غیض، غصہ پیدا نہیں کر کے میں تمہارے قاض سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بتاؤ کہ کیا مالک نے تمہاری ساری آرزوؤں کو پورا کر دیا؟ کیا تمہیں وہ تمام خوشیاں حاصل ہو گئی ہیں جن کے تم اہل ہونے لگے اپنے تمام اہل و عیال اور صحت و طہرہ کے بارے میں بتاؤ؟

”میں اپنی کسبلی والی عائد اور دو بارہ وٹ آٹا ہوں وہاں میں اپنے گھیتوں سے فقہ پیدا کرتا ہوں اور اُس کو خدمت کر کے زندگی بسر کرتا ہوں۔ میری سب سے بڑی لڑائی یہ تھی کہ جو یہ ہو گئی ہے میرے ساتھ ہی رہتی ہے اور جائداد میری میری دیکھ کر کہاں تک کی ضرورت ہے میری صالی طاقت جیوں کی ہوتی ہے۔ میری فوج کا فخر بھی ویسی ہی ہے۔ تاہم مصائب کی آمد صاب اور آبی طبع کی سمانی کمزوریاں رہ رہ کر اب مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ ان کو اب میں گھٹیا سے بیمار ہوں اور اس وقت سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اُن کے اُس پر پہانے کے دامن میں اب اس بیماری سے پھٹکارا پانے کے لئے جا رہا ہوں۔ ایسا شہ ہے کہ اُس بیمار سے نکلنے والے دھوئیں کے ساتھ گندہ حاک کی ایک سی بجھ چکی عین رہتی ہے جس میں اس مرض کو اچھا کرنے اور ترقی دینا کو اس وقت درست کرنے کی ہیرت، انگیز صلاصحت موجود ہے۔ کم از کم وہ چھٹکوں کی نو بین راستے ہے“

”غلط ہے کہ تمہارے حق میں یہ بات سچ ہو لیکن گھٹیا ایسے سبک اور سوزی مرض کا شکار ہونے پر بھی تم چلنے سے نفرت معلوم ہونے پر جھکا کر میں۔ اگرچہ عمر میں تم مجھ سے دس برس بڑے ہو لیکن تم نے اپنی قوت جسمانی کو بحال رکھنے میں میرے انگریز

کامیابی کا ثبوت دیا ہے۔ تمہیں اس حالت میں دیکھ کر کچھ بڑی حوش ہو رہی ہے۔ لیکن وہ سب یہ تو بتاؤ کہ تم نے قوم اور ملکی مفاد کے کام و قوت سے پہلے کیوں چھوڑ دینے کا کامیابی سے جوڑا کی غنائت حکومت جنہاں کے بعد بھی تم کسب کی جائے اور جا کر فوراً خود اس طرح کی تسائی کی زندگی کیوں بسر کر رہے ہو؟ مجھے ایک بار تفصیل کے ساتھ بتاؤ کہ جب سے جس سے تمہارا اساتذہ چھوڑا ہے اُس کچھ تم نے کیا کیا۔ اور مختلف صورت حالات کا کن طرح مقابلہ کیا تمہیں چھوڑ کر جب میں کیمپڈا و سب کی طرف کچھ وقت جمع کرنے کی فکر سے روانہ ہوا اُس وقت تم سیرمین لوگوں کی بغاوت فرو کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ اُس کے بعد میں تم سے کبھی نہ مل سکا تھا لیکن اُن کو شیشوں کا تھوڑا سا ہوا۔ میں چھ معلوم کرنے کے لئے سخت بے قرار ہوں کیونکہ تم سے تعلق رکھنے والی ہر ایک بات کو سننے میں مجھے بڑا اطمینان آتا ہے“

ہوں جس پائنت سے گھر سے رنج کا احساس کرتے ہوئے سر اٹھایا اور کہنے لگے ”میں قومی مفاد کے کام چکی لگن اور چنے لڑا کھن بک کر انجام دیتا تھا۔ دھرم دھرم کی باتوں سے بگے بیٹھ سے نفرت رہی ہے لیکن میرے دشمنوں کی لگاتار مخالفت اور میرے طاقت کی جاسنے والی سازشوں سے اور اُس سے پیدا ہونے والے مصائب میرے چشمہ حیات کو وقت سے پہلے ہی خشک کر دیا اور میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تم مجھ سے سیرمین لوگوں کی بغاوت کے بارے میں دریافت کر رہے ہو۔ آؤ ہر لوگ اس پتہ پر پہنچ جائیں اور میں تمہیں چند ہی منٹوں میں اس سوال کا جواب دے دوں گا۔ میرے دماغ میں آج بھی وہ واضح

پتھر کاٹ رہے ہیں گو یہ سب کچھ اکل ہی ہوا ہے ۔

”وہاں کے ایک باغی آدمی سے جیسا کہ میرا واسلہ لکھ چکے ہیں۔ اُس دس دنوں کو پہنچ چکے تھے۔ ایک یا دو انھیں گھر بگم چاڑھ کر پھرتی پڑھ چکے تھے۔ لکھا ہے: ”جو سا چاہتے تھے گھر بگم کر پھرتی تھے۔ اُس تک کا ایک قہرک مقام ہے۔“ توئی انھیں نے انھیں تیس دن یا دو کہ وہ انھیں ان کے دو تار موس کا دیدار کرانے کا پھر کیا تھا۔ اس بات کا یقین کر کے میرا واسلہ سے روم کے غلات حمل غلات بند کرنا چاہا۔ ان کی سبھاؤ کی خبر لے دینا ایک ہزارہہ رطبت پر ہی اور میں اُس چھاڑی کی طرف توجہ لے کر پڑا۔ دو دن۔ اُس چھاڑی پر میری سیاہہ ٹونج سے قبضہ کر لیا۔ اور میری ٹھوڑ سوار ٹونج اُس پاس کے بارے راستوں کی گراں کر کے لگی۔ حکومت کی حفاظت کے لئے میرا اس طرح کا قدم اٹھانا بہت ضروری بھی تھا۔ باقی لوگ اس چھاڑی کے واسطے میں آباؤ بڑھتی تھیں۔ حسب کا محاصرہ کرنے کی فکر میں تھے۔ میں نے بڑی آسانی کے ساتھ انھیں تتر بتر کر دیا اور بناوٹ کو سرٹھاتے ہی پھل دیے۔ جب میں سے ان لوگوں کو سبق دینے کی فکر میں سے ان کے سرخند لوگوں کو پکڑا پکڑ کر سخت سزا میں دیں۔ لیکن یہ سب اتم جانتے ہی ہو کہ میرا کاغور زرتشتیوں کے بارے میں خاندانہ غلط فہمی کو کتنی سخت پابندیوں میں رکھنا تھا۔ کیونکہ میرا یہ حکومت کرنے میں گورنر کا مقصد اپنی آرزوؤں کی تکمیل تھی۔ نہ کہ حکومت روم کے دینے اور دینا میں خدا کرنا۔ میرے غلات بہت سی اور اور اور کی باتیں بنا کر کہتے ہوئے خودوں کا سرور اور گورنر کے قدموں پر گزرتا اور مجھ کی باتیں

کڑھیں سے بھی اُس کی باتوں کو غور سے سنا۔ کچھ پہچنے تو ایسے آدمی کو متناہی باقیوں کی حوصلہ افزائی و ترغیب کے ساتھ دغا کرنے کے مترادف تھا۔ پھر میں بھی تو ایک علاقہ کا نمائندہ حکمران تھا اور باقیوں کو نا سب سے روکنے کا بھی جو ذمہ داری تھا۔

[illegible]

جسے قحطی کے کڑے دس گھنٹے کی گریں سسلی کی اپنی جان واپس لوٹ آیا۔ وہاں میں اس بچے عزائی کے دوسرے گھر گیا ہوتا، گریہی ڈکڑی پشیاں ہتھ پڑھتے، باپ کو تسلی دینے کے سلف نرائی ہوتی، شکر گاریں ملتے گیسوں کی فصل کے پیچھے اپنی ساری طاقت اور سارا دھن صرف کر دیتے اور آٹن میں سارے علاقہ میں پہنچتے ہیں سب سے زیادہ پیدا کر دیا ہوں۔ فیروز سے جاگے خود رکا اب غارت ہو گیا ہے اور خدا! اس چار سہ اور پر نہیں کے درمیان احباب کرے گا!

بیمالکھ ظاہر نہیں تھے ابھی جانتے ہوں کہ بیہوشی لوگوں کے ساتھ تم سے بھی بڑا ڈکڑا وہ سلطنت دوم کے وقار کے شایان شان اور نصار سے عدم دستقل کا گواہ تھا لیکن کیا میں یہ کہوں کہ تم نے کسی حد درجہ بازی سے کام سے کہ معاملہ غراب کر دیا۔ میں عموماً دستقل کے ساتھ تم جلد آدھو سے تو اسکی غریبوں بھی نہ۔ سب اس حد میں موجود تھیں۔ کیا تم کو یاد نہیں رہتا میں تمہارے ساتھ جوڑیا میں تھا تو تم سے بچوں کو سہ پڑی رہی مار بار نہیں عید و استقبال سے کام لینے کی تمہیں کیا کرتا تھا۔ در تھا۔ یہی جلد بازی پر بھی کسی قادیان کا تھا۔ یہ میں نے نہیں سمجھتا ہمدردی سے کام لینے کو کہ ہے۔

ہمدردی! وہ بھی یہودیوں کے سلفا۔ ہوں نہیں پالٹ سے چن کر کہا۔ اگرچہ تم ان لوگوں کے ساتھ رہتے ہو، ہم عزائی کے ان دشمنوں کو تم نہیں سمجھ سکتے ہو۔ وہ لوگ بیچ اور بھٹکائی ساتھ ہی ساتھ ہمدی اور بڑوں میں جوتے ہیں۔ ان کی روحی برصیت اور نفرت وہ وہاں ساتھ ہی ساتھ چلتے ہیں۔ یہی تم میں جانتے کہ علی مقاصد کو کہ میں نے اپنی زندگی کی پناہ کی۔

تھی۔ جب نہیں جوڑا پچھراں میں ہوا تھا اس کے پہلے ہی سے رات لوگوں کی ترانہ زندگی اور ان کے بند خدائت کو دیکھ کر میں دل و جان سے ان پر فریفت تھا۔ اور جیسا کہ چار سہ خاندانگی کے زمانہ میں ہوا تھا اگر ر اور خاندہ گھراں علاقوں کی آمدنی سے بنی تعمیرات بھر رہے تھے۔ اس ملک رواج کا خاندہ ہو چکا تھا۔ میں اپنے رخص نیز اپنے عہدہ کی فتنہ ڈاروں کو بخوبی سمجھتا تھا۔ میں نے ہوش اقتدار الہی میں دی اور باہمی رواداری سے کام لیا۔ عہد گواہ ہے جو میں نے کبھی کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو یا ناجائز سلوک کیا ہو۔ لیکن میری پاکیزگی سری ہمدی اور رواداری کا کیا انکار ہوا؟ تم تو جانتے ہی ہو کہ میرے عثمان حکومت سب سے بھی جوڑیا میں جب پہلے میں باقیوں سے سر اٹھا یا تھا تب سلطنت اور خدائت کی حفاظت کے سنے میں سے کیا کیا؟ کیا نہیں بھی یہ سب نہت سے کی ضرورت ہے؟ ابھی تو سنو۔

اس وقت کی خدایا کی تو میں یہ دوسلم میں اپنا سرمایہ بڑاؤ ڈالے ہوئی تھیں۔ لشکر کے جھنڈے پر سفر و اعظم کی شبیہ تھی۔ یہ دوسلم کے باخندوں کے نزدیک یہ گبر و کھنڈ کی علامت تھی کیونکہ وہ شہنشاہ کی پرستش میں کرنا چاہتے تھے۔ شہنشاہ سیزر کی شبیہ کے سامنے اس طرح سر خم کاتے کا مطلب ان کے نزدیک آسمان کے برابر درجہ دینا تھا اور یہودی لوگ یہ دیکھ کر کسی آدمی کو کب دسہ سکتے ہیں۔ یہودیوں کے مذہبی پیشوا ان کے سلسلے کاتے کہ یہی عدالت میں آئے اور پھر اس بات کا دباؤ ڈالنے لگے کہ میں ان کے مقدس شہر سے اپنی فوج اور جھنڈا اپنا کر باہر رکھوں۔ ان کی اس استدعا کا مطلب صاف تھا سلطنت

اور شہنشاہ کی جنگ اس سے جس سے ان کی اسد کا رو کر دیا تب
 دو گ بجے کی صورت اختیار کر کے یہاں کے سب سے غل قبائل
 کر کے اور آؤ نے کھینے گئے۔ میں سے فوج کو بھی شکستیں سیدھی
 کھائیں اور ان کی موتی گردہ کو تتر بتر کر کے کاٹ کر دیا۔ لیکن ان میں
 کچھ لوگ اپنے خدائی وردنہا کے شہداء بن گئے کہ شہیدوں کی بارگاہ
 انھوں نے اپنے بھی اور وہ لوگ وہیں لیٹ گئے۔ انھوں نے پیچھے
 ہٹنے کی ہر نصیحت مرنے پر مستحکم کیا۔ لیکن اس وقت کی ہری جہ عزتی کو
 تم بھولے نہ ہو گے۔ جب گوریو شہنشاہ نے شاہی بھڑا بے کو
 کیسلا دیا وہ اس پر بھاری پتھر کا ٹکڑا بکھڑا کر دیا تھا کیا میں اس سے عزتی
 کا اہل بن جاؤں جس خد کو درمیان لو کر کھڑا ہوں کہ اپنے جہد حکومت
 میں جس سے قانون و انصاف کا خون بھی نہیں کیا ہوگا۔ اور میں
 اب پورے ہوا ہوں یہ سب سارے دشمن اور مخالفت کرنے والے
 لوگ مر چکے ہیں۔ میں کسی سے انتقام لئے بغیر ہی مر جاؤں گا لیکن
 میری یاد دہانی کو تم تمہارے گاہے اس سے ایک ٹھنڈی سانس لی اور
 چمپ ہوا۔

جس شخص کے بارے میں کوئی بات شک کے کسی نہیں جاسکتی
 اس کے لئے کسی طرح کی امید کرنا حشکندی نہیں ہے یہی کہتا گیا۔
 لیکن اس کی کوئی پروا نہ کرتی پہلے ہی کیا آئندہ اسے اسے لوگ ہمارے
 لئے کیا کریں گے۔ ہمارے کاموں کا جائزہ لے کر یہ جاننداری سے
 ان کے بارے میں اسے قائم کرنے والا ہم سے بڑھ کر اور کون
 ہو سکتا ہے ہر وہ شخص جو یاد رکھتا کہ اسے والی شکستیں ہمارے
 کاموں کو دیکھ کر ہی ہمارے اخطار کا پتہ لگائیں گی۔ اگر تم خود
 اپنی نظر میں اور اپنے دوستوں کی نگاہ میں اور اپنے ہاتھوں میں

اس بات کا پورا اطمینان ہو جاوے گا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہی شکست
 ہے۔ یہی بات حکومت چلنے والی اس واس کے لئے صرف ہو رہی
 اور وہی دینی ضروری نہیں ہے۔ قدر ہر جس میں بھی حکومت کی
 تعلیم دینی ہے اس کے دل پر علامت نہیں ہوا جاسکتی۔

پھر وہ اس جہت کو اس جگہ کی بھاپ جب طور کی کڑوں
 سے گرم ہو کر آتی ہے تب وہ زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔ دھڑکنے
 بگے جلد پھوٹی جاتا جاتا ہے۔ یہی کہہ ہی اچھا ہو گرم گل صبح کی جانے
 میرے ساتھ ہی رہو۔ شہر کے اس من رستہ سمندر کے ساحل
 پر ہی یہ مکان ہے۔ دروازہ کے اوپر ہی تیر چیتوں سے
 لکھی ہوئی آرقیس کی شبیہ ہے جس سے تم بڑی سانس کی
 ساتھ میرا مکان پہچان لو گے۔

دوسرے دن ٹھکانے کے وقت یہاں ہوں جنھیں پانچٹ کے
 یہاں چو پچا۔ بیٹھے والوں کے لئے صرف دو کرسیاں لگی ہوئی
 تھیں۔ کسی طرح کی شان شوکت یا ناکش نہ تھی۔ صرف ایک
 تھیل پر چاندی کی طشتہ ی میں شہد میں تیار کی ہوئی کچھ پیڑیاں
 زیتون اور چند دوسری چیزیں تھیں۔ دو ڈال دوست لھانے
 ہوئے نہ جانیں کتنی طرح کی باتیں کرتے چلے جاتے تھے انھوں
 نے اپنی چاروں کا ذکر کیا جس سے دونوں پریشان تھے۔
 اس کے بعد دونوں کے نام لے۔ پھر بائیں اس کے ساحل
 اور وہاں کی صحت بخشنے والا ذکر آیا۔ یہی سچ سچ مرزا کے
 گوارے ہوئے سرداروں کی بڑا ڈیڑھا کوس کی تقریب کی۔
 جس کو سن کر ہوں نہیں کہنے لگے۔ "دوس لوگوں کی کئی بڑی
 غلطیوں میں سے ایک بڑی غلطی یہ بھی ہے کہ اس طرح کی

یہاں سے کہا۔ "یہودی لوگ اپنے رُستے رستم درودان کوڑی طرح پکڑے ہوئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ ان لوگوں سے بے خیال ہی جنگ کیا کر۔ دس لوگ اس کے قاعدے قاعدوں اور ہم درودان میں تبدیلی کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ لیکن ہر شخص جگے یہ جی کہنے کی اجازت نہ کہ تم سے بھی ان کی اس خطا نفس کو دور کرنے کی کوشش میں نہیں کی ارادہ نہ رہتا ہے۔ تم نے اپنی حرکات سے ان کے اس قصد کو اور بھی مضبوط کیا۔ مجھے یاد ہے کہ کئی ہی بار تم نے ان کے مذہبی اعتقادات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہے خاص کر ان کے مذہبی پیشوا کی پوشاک کا ذکر آنا کہ تم نے انہیں چلا دیا ہے۔ تم نے کبھی نہیں سوچا کہ دنیا اور جہنم کے لئے ہماری طرح کو شاں نہ رہنے پر بھی یہی تہذیب و تمدن کے باعث ہو دی ہماری عرست کے سخت ہیں۔"

یہودی شخص نے اپنے کندھے اچکا کر کہا۔ "دیوتاؤں کے بارے میں اس کے اعتقادات سے خیال نہیں۔ ان کے نام اور ان کی خیمہ کا دھیان کئے بغیر ہی وہ لوگ ان کی پرستش کر لیتے ہیں۔ سو دن۔ جو۔ مشکل وغیرہ دیوتاؤں کے بارے میں انہیں مطلق کچھ معلوم نہیں۔ نہ ہم یہودی جو ہمیں بہت سے دیوی کو مانتی ہیں اور ان میں اس دیوی پر خدا کی قربانی کہنے لگی۔ ہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ تم کو شاید یہودی یہودی مندروں کے بارے میں یہودی لوگ ان چاروں کے جوڑے کے جوڑے قربانی کے لئے رکھتے ہیں۔ ایک دن جگے معلوم ہوا تھا کہ ایک پانگل نے ان چاروں کو دوں سے نکال باہر کیا تھا اور ان مندروں کے جوڑے آٹھ دسے گئے۔ جن کی خلافت مذہبی پیشواؤں نے ہر مذہب زوروں میں کی تھی۔ جگے نہیں ہے کہ خدا کی قربانی کا یہ روادان محنت کی دیوی کو کوشش

کرنے کے لئے ہی موزون ہے۔ تم بھتے کیوں چوہا۔

"جگے ہنسنا آرہی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کس طرح میرے دماغ میں ایک ایسا خیال آگیا ہے۔ جگے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی دن یہودیوں کا کوئی دیوتا روم پر چڑھائی کر سکے ہے وہ انہیں جت دلا سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟۔ ہم نے ایشیا اور افریقہ والوں کے کتے ہی دیوتاؤں کو اپنا لیا ہے۔ سینئر کے زمانہ سے ہی ہم لوگ مصر کے دیوتاؤں کو اپنے لئے لے گئے تھے۔ انہیں آگاہ رہا چاہئے کہ اب کہیں یہودیوں کا کوئی دیوتا ہمارے ساحل پر نہ آئے۔" یہاں سے کہا۔

اس چال کو سن کر یوں عیسائی کے سخت چہرے پر ایک ہلکی مسکراہٹ آئی اور وہ بول گئی۔

اس نے بنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "لیکن یہ کس طرح ممکن ہے کہ دوسرے ملکوں پر بھی یہودی لوگ اپنا مقدس قانون اسی طرح لا دینے کی کوشش کریں جبکہ خود انہیں میں ان کے بارے میں اختلافات رہتے ہو؟ کیا انہیں نہیں معلوم کہ یہودیوں میں بھی یہودیوں کے درمیان اور ان کے جہلوں میں ہم اکثر اُٹھے ویران لگتی لگتی اور دھوکا دہوتے دیکھتے تھے۔ وہ لوگ کبھی اس بات کا خیال نہیں کر سکتے۔ دیوتاؤں کے بارے میں جو اختلافات رہتے ہو اُسے پُر امن طریقہ پر رواداری کے ساتھ ہی سلجھایا جاسکتا ہے کیونکہ جو بات ابھی پروردگار نے ہے اس کے سر پریشان ہونے کی کیا ضرورت؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کا رہنا کوئی اصول ہی نہیں۔ مذہبی معاملات میں اعتقاد رہا ہے کہ وہ پروردگار ہی نہیں کر سکتے۔ ان کے مذہبی اعتقاد کے خلاف کوئی رائے پیش کرنے والے شخص کو اگر ان کا قابو ہو تو وہ پھانسی پر لٹا دیں

دور کسی وقت انھیں اطمینان ہو۔ کئی بار ان لوگوں نے میری ٹرک کو گھیر کر بیٹے بد نصیب لوگوں کے لئے یہاں سے کی سزا مانگی تھی۔ یہ کم کسی بھی سر کے لئے ان لوگوں نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تھی۔ روسن جیٹریٹوں کو وہ لوگ جیسے اسی طرح بد پیشان کیا کرتے تھے۔ درجیب جسٹریٹ اس طرح کی سزا دیتے ہیں اپنی جگہ پر ہی ظاہر کرتا۔ وہ لوگ طرح طرح کی شکایتیں لے کر حکام یا ماٹھی گورنر تک پہنچا دیتے تھے۔ اگرچہ زیادہ تر واقعات ایسے ہی ہوتے تھے مگر مجرم قادیان کی نظر میں جیسے تصور ہی رہتا تھا۔ سیکڑوں نہیں ہزاروں بار ایسے ہوتے آتے۔ ہر روز پیش آتے۔ اسلئے ایسے سو قیوں پر بیٹھے۔ ان قانون ساز نے دیکھ کر چل پڑتا تھا۔ مگر وہ کام اس کی وجہ سے نہیں حکومت کی طرف سے ان کے رسم و رواج کی مخالفت سے لئے غافلہ بنا کر بھجوا گیا تھا۔ ذکر ان کے رسوم کو شائبہ کے سے ہم چھتہ حد حکومت کے ابتدائی دور میں میں سے انھیں غرض کام پہنے کے لئے بکھایا اور اس بات کی سعادت ملی کہ کیسے چھتہ قیدیوں کو پھانسی انھیں سخت سزا دی جاسکتی۔ لیکن انسانیت کے اس مسئلے نے انھیں اور بھی بھرا کا۔ اگر وہ کسی طرح مجرم کو چاروں طرف سے گھیر پھینکتے اور نئی طرح قادیان کوٹے ہوئے آتے ہر سے پاس لگاتے تھے۔ ان کے پاس بیٹو اسے سید کو لکھ دیا کہ میں نے ان کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اور وہ دیکھیں گے۔ ان کی بیٹھ ٹھونک کر سختی کی طرف سے ہر سے ہاتھ لگا کاٹھا لگا۔ یہ کیا بد بکھا کہ میرے دل میں سے مطلب ہی ملے گا۔ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ مجھے وہ باتیں سامنے نظر آرہی ہیں جو آجکل پیش آتے۔ وہاں ہیں بیٹھے یہاں محسوس ہوتا۔

اگر ان میں وہی پر حکومت نہیں کی جاسکتی تو ان کو قسم کو دینا ہی ممکن ہو دی کے لئے سنا سب ہے۔ ورنہ کسی سے۔ دینے والے باخیاں۔ بات کے حامل۔ لوگ اسرا جی طرح سے ہمارے خلاف انھیں لے کر آس کے مقابل پار تھیں اور نیو میڈین لوگوں کی ہمارے چوک کے کھیل صوم پرگی اور اپنی آگ میں یہ لوگ روم کی عظیم الشانی سلطنت کو جلا کر خاک کر دیں گے۔ ان لوگوں کی آواز میں ہاتھوں ہاتھ ہیں۔ وہ ایک دن ایسا آسکتا ہے کہ ان لوگوں کے پاگل پن۔ ہر دک تمام کرنا روسن طاقت کے لئے ناممکن ہو جائے۔ اسلئے ہری قادیان کے قادیان قادیان کا پاگل پن شروع ہوئے کے لئے ہی یہ وسلم کو خاک میں ملا دینا چاہئے اور ان کے باشندوں و تلواریں کے گھاٹ اتار دینا چاہئے۔ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے ہمیں کم ہستہ ہو جانا چاہئے۔ اسی وقتہ روسن لوگ جس لئے کا مطلب کھ سکیں گے۔

ہوں ٹیسس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اسے چھپ کر کے لئے یہاں سے کھٹا شروع کیا۔ ٹیڈوں ٹیسس نہیں بڑیا۔ چھی طرح ہمارے تخت کی وجہ کو ہمارے انجام کو بکھتا ہوں۔ چھٹے شک ہادیوں کے بارے میں تم جو کچھ بھی جانتے ہو وہ سب ان کی باتیں ہی ہیں لیکن مجھے بھی یہ وسلم میں ایک اجنبی کی طرح پہنے۔ ورنہ ان لوگوں کو نزدیک سے دیکھنے اور بکھنے کا موقع ہوتا تھا اور اسے جو کچھ دیکھا اس کے مطابق میں کہہ سکتا ہوں کہ ان میں ان سب ٹرائیوں کے ساتھ ہی کئی نادر اور عجیب و غریب خوبیاں موجود ہیں جو بحیثیت ایک حکمران نہاری آنکھوں سے ہمیشہ چھل رہے۔ ہمارے شاعر، ادیب کے بن پڑھوں کی درجہ ملی

کے محبت کا کرتے تھے۔ لہذا انہیں کی طرح میں سے بھی یہودیوں کو
 چھڑا کر دم دیں اور سادہ مزاج پادریوں کی انہیں میں معلوم کر میں۔
 کو وہ لوگ دل سے ٹھیک سمجھتے تھے۔ اس کے لئے اپنا نام سائنسٹر جو
 پڑا اس طرح پادریوں کے ساتھ تھا۔ یہی انہوں کے
 سامنے تھا۔ سے سپاہیوں کی تلو کے گھاٹ اتر گئے۔ ان کی
 اس سادگی اور استقلال کو دیکھ کر بھی کیا ہم ان سے نفرت کر سکتے
 رہیں؟ میں یہ سب اس لئے کہ رہا ہوں کہ کسی بھی عیب پر یہ بچنے
 کے پہلے ہمیں غیر مخلصانہ ہو کر ان کی برائیوں اور خیروں کا جائزہ
 سے لینا چاہئے۔ میں یہ ماننا ہوں کہ میرے دل میں بھی یہودیوں
 کے لئے کوئی خاص سواری پیدا نہیں ہوئی۔ ان یہ ہوا ہے کہ
 یہودی حور توں سے میں ہمیشہ خوش رہا ہوں۔ ان وقتوں میں
 چلا تھا اور میری ایک حور توں سے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا تھا
 ان کے شرمیلے ہونٹوں اور بھری آنکھوں اور دل کیسے چمکے
 والی آنکھوں کی گہری چٹانوں سے مجھے ہرا دیا تھا۔ وہی بلی گمان
 کی طرح ان کا بدن یہاں دکھائی دینا تو نا ممکن ہی ہے۔
 ہوں چنانچہ اس تعریف کو بڑی جے قرار دی سے سننے کے بعد
 بولے "میں کسی یہودیوں کے جال میں پھنسنے والا آدمی نہ تھا۔ او
 چوں کہ تم ان جگہ گئے کا سوچ دے رہے ہو اس لئے میں کہت
 ہوں کہ تمہاری یہاں جگہ بالکل پسند نہ تھی۔ یہ وہ میں اس افسر کی
 بیوی کے ساتھ تھا۔ ہمارے میں میں سے انہیں جرم جگہ پر بھی
 محترم پریشی کی۔ رحمت اس لئے کہ اس وقت تم اپنے گئے ہو سفر
 سخت نامدوستی۔ رومن لوگوں میں رشتہ ازدواج ایک پاک رشتہ مانا جا
 ہے۔ یہی پاک بنیاد پر رومن تہذیب گھڑی ہے۔ جہاں تک غلام کیے

غیر کی حور توں کا سوال آتا ہے یہی کیسے میں ایک شخص کو کہہ آئیں
 میں تک نہیں دیتی میں جب تک کہ وہ ان سے حادث نہ ہو۔ یہ
 مجھے کہنے دو کہ ازدواج کے حق کو نہ مان کر کم سے حرام کاری کی
 حد و ان کی ہے۔ تاہم کے مطابق تم سے شادی شکر کے
 سب کی عزم شادی میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے جو ہر ایک تہذیب
 مقدس تمدن فرض ہے۔

لیکن یہاں پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اپنا پیارا خالی
 رنگ وہ شکر سے لگا کر باکوئی صینٹ اس کی آنکھوں میں راج رہی
 وہ اس لئے آہستہ آہستہ رواج کب لیکن اس کی آواز رفتہ
 رفتہ بلند ہوتی گئی۔

سچائی کی حور تیں۔ ان کیسے بخود کر دینے والا فتنہ رہتا ہے
 ان کی آنکھوں میں ان کا۔ ان میں سے کتناں پر ایک یہودیوں
 وناپختہ دیکھا ہے جو شہر اب کی ایک چھوٹی سی دکان میں ٹھہرتے
 دستہ چراغ کی روشنی میں ایک چھوٹی پرانی درسی پرستی کے کام
 میں تھا۔ یہی ان کی سب سے جگہ تھی۔ اس کی گردن کو دیکھنے سے
 یہاں معلوم ہوتا تھا کہ گہرے بالوں کے ہر جھ سے جھکی ہوئی ہوں اور
 اس کی ہر ہری آنکھوں کا کیا گناہ ہے دیکھ کر سن کی رہی تلو پر
 اچھڑا ہی مسد کی دوسرے زرد پڑھائے ہیں اس کے رقص و سرود
 و رقص کا دیر نہ تھا اور اس کے پیچھے دو ہاتھ و ہر ہر گنگو
 آتا تھا۔ ایک دن وہ ایسی غائب ہوئی کہ اس کی صورت نہ دکھائی
 ی۔ میں سے اس کی تلاش میں ساری گئی کہتے اور شراب خانوں کی
 پاک پھانی لیکن کہیں بھی اس کا پتہ نہ چلا۔ کئی مہینوں کی دوڑ و دوڑ
 کے بعد چارک پتہ چلا کہ وہ مرد اور حور توں کے اس گرد و میں

شامل ہو گئی تھی۔ جو مکمل سے آسنے ہوئے ایک انوکھے نوجوان کے ساتھ
سارے ملک میں مہم رہا تھا۔ وہ نوجوان کچھ سنے کارہیے والا تھا
اور معلوم نہیں کس قصور کی وجہ سے ٹرورس پر ہوا تھا یا ایک تھا۔
اس کا نام اس وقت یوں نہیں کیا تھا اس آدمی کے بارے میں
کچھ یاد ہے۔

یوں نہیں ثابت ہے اس جہاں وہ رہا تھا حائیس اور ایک تہ
ساتھ رہا تھا۔ ایک اس آدمی کی طرح تو کسی گھر سے دوسرے
کو ڈاکر یا چھوٹا دیر تک چھپ رہنے کے بعد وہ گنگنا یا
دوسرے ہتھیار سے مارا گیا۔

چیمپین

سائنس پر دست اور چیمپین کا روڈ پر کا بیابان کوئی ایسا کام نہ تھا جس کو
شکر کسی کو حیرت ہو۔ یہ دست سے سنسٹریپلان کی طرف رخ جاندا اور
غریبی کی جگہ ایسی لئے فرض اور کسے کے لئے قدرتی طور پر آئے رہا
کی طور دست تھی اور چیمپین کا۔ ڈیر کے پاس تین لاکھ فرانک نقد تھے۔

یہ دست ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ وہ بہت ہی وسعدار
تھا اور اپنے صوبہ کی چال ڈھال کو پوری طرح سمجھنے والا تھا۔ اپنی
اس وسعداری کے باعث وہ یاغی کے زہر میں اپنا ثانی نہ رکھتا
تھا۔

جیسو ہیئت حوش رہنے والی ایک بہت ہی خوبصورت خاتون
تھی اگرچہ چہرے کی بناوٹ میں وہ زیادہ چلی نہ تھی تاہم اس کا شہ
اعلیٰ درجہ کی خوبصورت خورتوں میں تھا اور ایک نظر دیکھنے کے بعد
بڑی آسانی کے ساتھ کوئی اس پر خدا ہوا سکتا تھا۔

ان دونوں کا بیابان اس عجیب و غریب طریقہ پر ہوا کہ یاغی کا سارا
علاقہ اس کے رنگ روگ۔ بیابان کے بعد صورت چہرہ۔ دن تک ہر اس کی سب
کے۔ نوجوان جوڑا گھر وٹ آیا اور نہ کی کا مٹھت آٹھائے لگا۔
ان کے اس سادہ حال ڈھال کی سارے گاؤں والوں نے تعجب کی۔
یہ چہرہ سن کر انھیں بڑی خوش ہوئی تھی۔ یہ دست نے اپنی
عادت ہی ایسی بنا رکھی تھی۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ جہر کا پھل میٹھا

ہوتا ہے وہ جانتا تھا کہ اس طرح صبر و عفتندی سے کام لے کر ان کو جلا کا یہابی حاصل ہوتا ہے۔

ہمارے دل کے اندر اس سے اپنی - نغمہ حیات کے دل پر چوری طرح
تجاویز پل - اب وہ اس کے صبر کو جو نہیں - وہ ممکن تھی - محبت سے متوالی
ہو کر وہ اس کی گود میں بیٹھ جاتی - درخت کی طرح اس کے ہر درخت لای
پکڑ کر کہتی " آگئیں موتہ " - نہ کھو نہ وہ پناہ نہ کھوئی اور آگئیں نہ
کریٹا - تب وہ اس کی نازک انگلیوں کو جو اس کے منہ میں پڑی ہوئی
تھیں - دھیر سے دھیر سے دھتوں سے دھتا - اور اس کے منہ وہ پناہ
سے کر دیتی اور اس سے اس کے ہر بڑی درخت وہ اس کے ہر درخت کو
پشت بہت تھا جس سے اس کے بدن میں بجلی دوڑ جاتی تھی - اس طرح
دن رات ایک دو سر پہ کو چار کر کے جوئے وہ کہیں - نہ تھکتے تھے -

پہلے ہفتہ سے سلطان گنہگار کے بعد پھر دسٹ سے ابھی جو ان یوں
 سے کیا۔ اگر تم پہن کر تو ہم لوگ اگلے ہفتہ پیر میں ملیں۔ وہاں ہم
 دونوں از خود رشتہ جھٹ کے ستوں کی طرح رقص و سرود حاصل
 ہوئی۔ پیرس کی عالی شان سڑکوں پر باغوں کی سیر کرنے کے ساتھ
 گریں گے؟
 جیسی خوشی کے مارے نایاب ملیں۔

وہ کہتا ہوا گیا: "اور تمہیں جو شان چاہئے کہ اس سفر کے صریح طور میں بیٹھنا کا فرض بھی ادا کرنا پڑتا ہو۔ اس نے جبر کی رقم تیار رکھنے کے لئے تم کو روک دیا اور اسے کہہ رکھا:

”ایسی بات ہے۔ کل سورہہ یس میں اُن سے کہہ دوں گی تاہم
کہا اُس نے ہاں پر ہی کی طرح پھر ایک بار سے اپنی باتوں سے
بکڑ گیا درگدشتہ جنت کے وردوں کی طرح دونوں محبت کی غرض

فطیروں میں جو ہو گئے۔

اگلے چہ کو س او بسنسہ ایہی لاکی اور دود کو ہر س پھننے کے لئے اٹھن پر پٹھائے آئے۔

سفر نے کہا: "اسی زیادہ رقم ٹوٹے میں ہے ساتھ رکھتے
 چھوڑ دی نہیں ہے؟"

اس کی آپ مطلق پر وا۔ کرم۔ انار و پیو ساتھ سے کر چلنے کا
سمجھا یہ پہلا موقع تھیں ہے۔ اپنے وکالت کے بارے میں کچھ کچھ کہیں
وس وس لاکھ تک ساتھ رکھنا پڑا ہے۔ اس طرح ہم مست سحر پرشاد
سے بچ جائیں گے۔ آپ بنے فکر میں۔ فوجوں وکیل سے مسکراتے
ہوئے کہا۔

کا ڈھچکا رہا تھا تب اس کی گھاڑی پر جڑھوٹ
 وہ لوگ کھڑے ہو کر ایک ٹوٹے میں گھس گئے جہاں وہ بوڑھی عورتیں
 بیٹھیں تھیں۔

یہ دھنکھٹا ہے، ہر ہستہ سے اپنی جیوی کے کان میں کہا: "ٹری آف
ہے میں سگر پیٹ بھی غریب سکوں گا۔"

اُس نے بھی آہستہ سے جواب دیا: "تو مجھے بھی گراں گذرے گا۔"

تقریباً ایک گھنٹے میں سفر ختم ہوا۔ س درمیان میں ان دونوں

نے کوئی خاص بات نہیں کی، کیونکہ وہ دونوں بڑھاپا پر ہر جاگ رہی تھیں۔
جیوں ہی گاڑی صیغٹ لینڈر سے اسٹیشن پر ٹھہری یہ منٹ کے

یعنی بیوی سے کہا "چلو پھٹے جم روئے دار زہیل کر کچھ کھائی میرا تب ہم آکر اپنا سامان لے لیں گے اور بھڑل چھ چلیں گے۔"

وہ فوراً تیار ہو گئی۔

"اس ضرور ہی میں کسی بولی میں مل کر ناشتہ وغیرہ کر لینا چاہئے۔ کیا بہت دور ہے کوئی؟"

"دور تو ضرور ہے۔ لیکن ہم کوئی کراچی کی طرف ہی گئے۔ اس سے کہا۔

اسے بڑی حیرت ہوئی "ہم کوئی دور ہی نہیں نکالیں گے۔"

اس نے بیٹھی بھڑکی دیکھی شاید اسی طرح سے تم دو بہرہ جوڑو کی پانچ منٹ کے راستہ کے لئے لاری کی سواری وہ بھی اسی منٹ کی بھی میں پلٹنے سے ضروری ہنگامہ ہو گی نہیں آ

عبداللہ سب سمجھو۔ اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

ایک لمحے اسی سڑک سے گزرتی تھی جسے میں برس برس گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ پھر منٹ چلتا۔ دیکھ کر دیکھ کر کہتا تھا۔

یہی بھر کم گاڑی کچھ آگے بڑھ کر رک گئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر سرور منٹ سے اپنی چوٹی کو پھینچنے ہوئے کہا "تم انور جاؤ۔ میں اور بچہیت پروردہ ہوں تاکہ ناشتے کے پچھلے کم از کم ایک سگریٹ تو لی سکوں۔"

جو اب کے سنے اس کے پاس دقت نہ تھا۔ گنہ گنہ کرنے بازو پکڑ کر اس کو فوراً اندر کر دیا۔ اور وہ ایک سیٹھ بڑا بڑا۔ وہ ہوا بھلی سی بچہ کی کھراکی سے پہلے شوہر کے پیروں کو دیکھ رہی تھی جو گاڑی کی چمک پر جا رہا تھا۔ وہ وہ آدمیوں کے دو ہونٹوں کی بولی تھی۔ ایک صاحب ایک سونہ آدمی ہٹا ہوا تھا جس کے سر سے تبا کو کی بدلتا رہی تھی بدلتا ہوا ایک بڑا جب اسٹن کھانے بیٹھی تھی۔

وہ سب سب مس فرجیب جاہا بیٹھے ہوئے تھے۔ بس میں ایک ہنس رہی تھوڑا ایک جوان بڑا ایک سپاہی۔ سہرے فریم کے پیشے کے ایک صاحب اور منہ پھیلائے ہوئے۔ یعنی اوئی رو ضرور عورتیں تھیں۔

یہ سب ہی کرنا۔ ٹوئوں کی طرح گاڑی کو ہنسی کی ایک چہرہ بنا کر ہونے لگیں۔

چلتی کی وجہ سے سب کے سر پہ طرح طرح ڈھکائی رہے تھے۔

اور گھسے ہوئے بڑے ہنسون کے بارے بھی پریشان تھے۔ ایسا سوا ہوتا تھا گویا بھی اونگھ رہے ہیں۔

کہ سن بیٹن بیٹوں کی تھوڑی بیٹھی رہی۔ وہ دس ہی دس میں پہنچ ہی تھی۔ وہ سب ساتھ ساتھ۔ کیوں نہیں بیٹھا۔ اس کے چہرے سے ٹکر ہونے کے آثار نمایاں تھے۔ اسے کچھ بچ اس طرح کا رتاؤ نہ کرنا چاہئے تھا۔ وہ ہنسون سے گاڑی روکے کے لئے اشارہ کیا اور ایک کے بعد دوسری بیچے آتے گئی۔ درکار فوراً تیز خوشبو دہنی جگہ پر چھوڑ کر گئی گاڑی پھل اور فوراً ہی پھر رکی۔ ایک بار وہی داخل ہوا اس کا منہ لال ہو رہا تھا۔ وہ سانس چھوٹی۔ وہ تھا سلمان کی ڈلیا جتنے گھٹنوں پر رکھ کر وہ بیٹھا گیا۔ اس کی ڈکری سے بھی ایک خاص طرح کی تیز آواز آ رہی تھی۔

"وہ تو میرے تھیں سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔" بیٹن نے سوچا۔

اسی طرح کئی۔ سا ذرا ترسے اور پڑھے۔ اسے والا ہر ایک سال اپنے ساتھ گئی۔ کسی طرح کی تیز روئے کر ہی آتا تھا۔

بیٹن گھر تھی۔ وہ اس قدر پریشان ہوئی کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اب اور کتنی دور چلنا ہے؟" اس نے سوچا۔ کہیں دوسرے نہیں گئے؟ آجکل وہ بہت کچھ کھانے پریشان سے نظر آئے ہیں۔

رہت۔ وہ سب سا فرزند لگے اور گاڑی میں وہ تیار رہ گئی گنہ گنہ چلا گیا۔ واپسی پر ارڈا

وہ دیکھ کر وہ اچھی ناک نہیں اٹھی کنگڑا دو بار دھڑکا یا تو ابھی روتی
وہ کنگڑا کی طرف دیکھنے لگی۔ اور شاید کچھ گئی کہ وہ اُس کو مخاطب
کر رہا ہے کیونکہ گاڑی میں اور کوئی نہ تھا۔
کنگڑا نے بائیں دھڑکی سے باز آواز لگائی: "وہی رار ڈا
" ہم کہاں ہیں؟ " تب اُس نے پوچھا۔
اُس نے ٹرین سے روٹ کر جواب دیا: " ہم وہی رار ڈا پہنچ
چکے ہیں۔ میں غریب آدمی سمجھنے سے یہی تو پتلا چلا کر کہہ رہا ہوں۔
" کیا یہ بوسے دار ڈس سے بہت دور ہے؟ " اُس نے پوچھا۔
" کوئی سا بڑے دار ڈس۔"
" بوسے دار ڈس، اسی لوگوں کی قیادت۔"
" وہ تو بہت پہلے ہی نکل گیا۔"
" کیا؟ " پھر سے حادہ کو اطلاع دینے کی تکلیف کر سکتے ہیں؟
" آپ کے حادہ کہاں ہیں وہ؟ "
" ملازمی کی تصدیق پر۔"
" پھر یہ ارادے تو بڑی دیر سے کوئی بھی نہیں ہے۔"
وہ کا ٹیپ: " کیا کہا؟ " انھیں یاد ہے میرے ساتھ ہی گاڑی پر
پڑا ہے۔ " اور اچھی طرح دیکھ تو پہلے۔ وہ خردور رہیں، ہو گئے۔
کنگڑا نے ہر گھڑیز ہوتا جا رہا تھا۔
" ہو دیکھو۔ بہت بائیں بٹا چکیں! " اُس نے تیز ہو کر کہا: " نہیں
کھو جو۔ تم کو ایک کے بدلے دیکھ دس لی جائیں گے۔"
جس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ پھر بولی: " سسر بہ بھول
رہے ہیں۔ میں آپ کو بغین دلائی ہوں کہ وہ خردور ہی جوتہ ہیں۔ اُنکے
ہاتھ میں کاغذوں کا ایک بڑا سا پتلا تھا۔

کنگڑا کہنے لگا: " وہ کاغذوں کا ایک پتلا وہاں اٹھیک۔ یاد آیا۔
وہ تو بہت پہلے ہی ڈھین پر ہی آ گیا۔ " ٹھیک اُس سے قصص خاصا
پکڑ دیا۔ خذ۔ خذ۔ خذ۔ خذ۔
وہ گاڑی سے اُتری اور وہ اوپر جا کر چھت کو دیکھا لیکن وہاں
کوئی نہ تھا۔
تب وہ یکایک پھوٹ پھوٹ کر روئے پلائے لگی: " ہائے اب
میرا کیا ہو گا؟
بوریس انیکٹر بھی آ گیا۔ " کیا بات ہے؟ " اُس نے پوچھا۔
خاتون انداز میں کنگڑا کو سے جواب دیا: " ان کے خاوند انھیں غرض
تہا پھوڑ کر گھسی پٹے گئے۔
" تو کوئی بڑی بات نہیں، تم جاؤ اپنا کام دیکھو۔ انیکٹر نے کہا اور
وہ آٹے پاؤں واپس چلا گیا۔
بالکل کئی کئی ہر کہ اُس سے بھی سیدھی راوی بولی۔ وہ اس حادثے
پاگل ہی ہو رہی تھی۔ اُسے ہو گیا تھا ہے۔ بگھنے سے وہ خود بھی قاصر تھی۔ اب
وہ کہا چلتے اور کیا کہے گی؟ اُس نے کیوں ایسی حرکت کی؟ اُسے
اُس کو ہو گیا تھا؟ وہ اتنا بھوکا کنگڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟
اسی طرح کے خیالات رہ رہ کر اُس کے دماغ میں پھرتے رہتے
تھے۔
اُس کے پاس محض دو فرامگ تھے۔ وہ کس کے پاس جاسکتی تھی؟
یکایک اُس کو خیال آیا کہ اُس کا ایک بھائی اور بھائی بھائی وہاں
رہتا ہے جو نئی فون کے دفتر میں نوکر ہے۔ وہاں تک جاسنے کے لئے
بھئی کا کہنا اُس کے پاس تھا۔ وہ اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔
جیسے ہی وہ دفتر جاسنے کے لئے گھر سے کچھ دور نکلا، جیسی بھی اس کو

پہچان کر اس کے پاس جا کھڑی ہو گئی۔

اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک بڑا سا بندل تھا بالکل دھبہاں جیسا کہ پیر منٹ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بھی سے کود کر چلتی "ہنری آتو اور اس کا بھال چکرا سا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

"جیسی تم! اور بالکل تنہا! تم کہاں سے آرہی ہو؟ اور کیا کام ہے؟" اس نے آنکھوں میں "شوخی کر کے" میرا خاندان ابھی ابھی نہیں غائب ہو گیا ہے؟

"غائب! کہاں؟"

"ایک گاڑی پر سے؟"

"گاڑی پر سے؟"

"اس نے رو رو کر سارا قصہ کہہ سنایا۔

اس نے سننا۔ سوچا اور پھر پوچھا "کیا اس کا رواج آج سویرے ٹھیک تھا؟"

"ہاں؟"

"ٹھیک کہا اس کے پاس روچہ بھی بہت تھا؟"

"ہاں بہت جھیر کا روچہ اس کے پاس تھا؟"

"تھیرا راجہ؟" کیا ساری جائیداد؟

"ہاں۔ سب کچھ۔ کیونکہ اسے جیپٹا کی مقررہ جائیداد کا روچہ اور اگر نا تھا؟"

"تیرے پیاری بہن۔ اس وقت ضرور ہی تھا راجہ خاندان خیم کے راستے پر ہو گا؟"

وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ اور اچھے ہی الفاظ و ہوائی رہی "میرا خاندان۔"

تم کہتے ہو۔۔۔

"ہاں یہی کہتا ہوں کہ تھا، خاندان تھا ساری چاند اسے کہ غائب ہو گیا۔" تو راجہ کچھ چلا گیا؟

"اس کے دل میں ظن طرح کے خیالات کے بعد ویرے آئے گئے اور وہیں سسکیاں بھرنے لگی۔

"تھیرا۔۔۔۔۔ ایک وقت باز۔۔۔ تھا؟"

وہ جو حق میں ہو کر اپنے بھائی کے کندھوں پر گر پڑی اور سسکیاں

بھرنے لگی۔۔۔ پھلے لوگ انہیں دیکھ کر کچھ ہو جاتے تھے۔۔۔ سننے اسکا بھائی

آئے لے کر آہستہ آہستہ چل پڑا اور سہارے کر اسے سڑھیوں جڑھا کر اوپر لے گیا۔

جیسے ہی اس کے فکرسے شیر ہو کر دوڑا وہ کھول اس نے حکم دیا "تھوڑی

بھری پٹری جا کر دو آدمیوں کے لئے کھانا آئے۔ میں آج دفتر نہیں جا رہا۔"

عربانی کی قیمت

(۱)

ہمارے ڈی کے دامن میں چھوٹے سے آبشار کے کنارے دو جھونپڑیاں کیا
ہی پاس بنی ہوئی تھیں جس میں دو گمان خاندان رہتے تھے۔ وہ بچارے
صحت کھت کر کے اس پاس کی بھڑکی زمین سے تھوڑا بہت اناج پیدا کر کے
چھوٹوں کا بہت پالتے تھے۔ ان دونوں کے چار چار بچے تھے سارے
بچے سچے سے مسمک دور۔ دوسرے کے باہر پھیلے رہتے تھے۔ سب سے بڑے
دونوں کے چھ چھ برس کے اور سب سے چھوٹے دو بچے کوئی سو سو برس کے
تھے۔ دونوں جانے توں میں شادیوں اور بچوں کی پیدائش بھی تقریباً ساتھ
ہی ساتھ ہوتی تھیں۔

بچوں کے اس چھوٹے سے جھنڈ میں سے بانیں ڈی شکل سے اپنے
بچوں کو بٹلاتی تھیں اور ان کے والد تو ہوش پیا سے میں بھول کر جاتے
تھے۔ وہ آٹھوں نام ان کے دل پر اس طرح مستط تھے کہ جب کسی
وہ کسی بچے کو پکارے تھے وہ غلطی کر جاتے اور کوئی دوسرا بھی بچہ ان کے
سامنے آکر ہوتا۔

آبشار نیچے ورٹ سے آگے بڑھتے ہی جو پہلا جھونپڑا تھا اس میں
نوپہ خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ اس خاندان میں تین لڑکیاں اور ایک
لڑکا تھا۔ اگلے جھونپڑے میں وہیں خاندان رہتا تھا ان کے تین لڑکے
اور ایک لڑکی تھی۔

دونوں خاندان ڈی صیبت سے اپنے بچوں کی پرورش کر رہے تھے

مرہٹ نظر اساحور یہ اور انوی بچے جانتے تھے۔ اور جنگ کی تازہ ہوا تو تھی ہی بیچ
صلحت بچے اور دھرم میں بارہ بے باور شام سکھ بچے بانیں اپنے بچوں کو کھانا
دلائے سکے انکھار میں۔ لہذا اس طرح بچے کے بچوں اور بچوں کے
بچوں کو ان کے پاس سے انکھار کیا کہتے ہیں۔ برسوں سے استفسار سے
والی بھنسی ہوئی پہل پر بھگے بھگے بچے بھارت جاتے تھے۔ ان
میں سب سے چھوٹے تو مشکل سے آتے دھنگ تھے کہ ٹھیل کی برابری میں
تھوڑا کر کے کھا لیں۔

ان لوگوں کے لئے ایک بڑے برتن میں انکھن ہی روٹیاں رکھ لی
جاتی تھیں اور دوسرے برتن میں روٹیاں۔ لو اور شمش ملا جو آشور رہتا
تھا۔ وہیں سب بچے میٹ بک کر کھاتے تھے۔ سب سے چھوٹے بچوں کو
ماں خود کھلاتی تھی۔ انوار کے دن آشور بے میں تھوڑا سا گوشت دیتا
تھا۔ یہ ان کا ہمیشہ کا معمول بن گیا تھا۔ انوار کا آشور۔ بڑے چاڑھے
کھاتے ہوئے گھر کا مالک کہتا تھا۔ "دو روز اگر ایسا ہی شود۔ مٹے تو ہیں
خوب آسودہ ہو کر کھا کر دیں۔"

گھست کا صیبت تھا اور دو دھرم کا وقت۔ ایک بھلی سی گاڑی ان
جھونپڑوں کے پاس آکر رکی اور ایک کسین عورت سے جو خود ہی گاڑی
مالک۔ یہی تھی اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا "ہمزی اور
ان بچوں کو دیکھنا اور خوں میں سستی سے اور آخر کھیلنے کو دے دے جو سنے
ہے کھنے پیا رہے گئے ہیں۔"

اس شخص نے کوئی جواب نہ دیا۔ بچوں کے بارے میں کچھ بھی کی
زبان سے ایسے کلمات سننے کا وہ عادی ہو چکا تھا۔ ایسی باتیں سن کر
اب اسے تکلیف ہوتی تھی۔

کسین عورت کئی گنی "جی چاہتا ہے انھیں خرم لوں۔ اور۔ اگر نہیں

سب سے بھولنا وہ تھا۔ سچے مل جاسے تو کتنی خوش ہو جائے۔

- دیکھا ہی ہے کہ وہ بچوں کی طرف ہلکی درشن میں سے سب سے چھوٹے لڑکوں میں سے ایک کا ہونے کا شوق ہے۔ بچے کے دھول میں اسے ہونے والوں پر اس سے بوسوں کی ہلکی لگاؤں۔ اس سے اس کے اسے ہونے والوں کے ساتھ مل کر ایسا ہی کیا اور بچہ کہیں براغت نہ کرے اس خیال سے اس سے چہ ہاتھوں سے اس کے کھٹے کھٹے ڈھکے لگاؤں پر بھی دلی محبت کی ٹھٹھٹ کر دی۔ وہ ٹوہنہ کا مذاق لگا لگا۔

پھر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور اسے ہانکنے لگی۔
دوسرے ہفتہ پھر وہ آئی۔ وہ دیکھ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ اسی لڑکے کو گود میں لے کر اسے ڈلی روٹی کھانے لگی۔ دوسرے ہفتے کو کھانا لیا
وہ کہ اس سے خوش کر دیا۔ پھر وہ بڑی دیر تک اُن بچوں کے ساتھ ایک افسردہ لڑکی کی طرح کھینچ رہی۔ تب تک اس کا خاندان گاڑی میں بیٹھا تھا
اس کا انتظار کرتا رہا۔

- اب تو وہ تقریباً ہر روز آتی بچوں کے والدین سے ملتی تھی۔ اس نے جان پہچان کر لی۔ اس کے جیب طرح طرح کی سٹھائیاں اور پیسوں سے بھرے رہتے تھے۔

(۲)

اس کا نام مادام ہنری دوجہیر تھا۔ ایک روز جب وہ بچے کے وقت آئی تو اس کا خاندان بھی اس کے ساتھ ہی گاڑی سے اُتر آیا۔ اس کا وہ لڑکے کو پاس نہیں لے سکے بلکہ ایک دم ٹوہنہ خاندان کی جھونپڑی پر داخل ہو گئے۔ بچے اُن سے اپنی طرح مانوس ہو گیا تھا۔ وہ کھانا کھا کر اچھا چٹا رہ گیا تھا۔
وہ لڑکے کے اندر سے اور اگل جلاسنے کے لئے کڑیاں پی رہا تھا۔

اُن لوگوں کو دیکھ کر پتہ چلا کہ وہ حیران سے ہونے لگیں تو ابھی وہ دوڑے اور دوڑے اور دوڑے اور دوڑے۔ اس کے آنے اور اس کے کھٹے ڈھکے لگاؤں اور کھٹے کھٹے۔
اُس مالدار کسٹن عورت سے کانپتی ہوئی آواز میں ٹوک ٹوک کر کہا شرمع کیا
"اے اچھے آدمیوں مجھے بے حد خوش ہو گی۔ ہاں بے حد خوش ہو گی۔ کرم اپنا سب سے بھلا نا بچہ مجھے اپنا ساتھ لے جاسے دو۔"

وہ وہ دونوں کت اس بات کو سن کر جبران سے اُن کا منہ کھٹے گئے۔
کسٹن نے ایک ہی سی سائنس لی اور کہا شرمع کیا "ہمارے کوئی بچہ نہیں ہے۔ ہمارے ان میں ہمارا خاندان اور میں دو ہی آدمی ہیں۔ اگر تمہاری عرض پر تو ہم لوگ اسے گود لے لیں گے۔"

کسٹن کی یہ بات کو کچھ کچھ ٹھیک لگی۔ بولی بد آپ ناہ شار لاٹ کو لینا چاہتی ہیں اور کبھی نہیں۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا! بالکل نہیں! "تب موٹے دو بچے اس سے لگا۔ "میری بیوی سے بچھانے میں غلطی کی ہے۔ ہم لوگ اسے گود لینا چاہتے ہیں لیکن وہ آپ لوگوں سے ہونے والے خیر دہی آتا رہے گا۔ جیسا کہ ابھی دکھائی دیتا ہے۔ وہ سب سے بڑا ہونے والا ہے اور اگر اسے ہوتا ہم اس کو اپنی ساری جائیداد کا تھنا مالک بنا دیں گے۔ ایک کی بھائی سے اگر ہم لوگوں کے یہاں بھی کوئی بچہ پیدا ہوا تب بھی یہ برابر کا خیر ہو گا۔ آگے چل کر اگر وہ ہماری اُمیدوں کے خلاف چلا تو بھی ہم اسے حد میں لے کر فرماں گے دے دیں گے جو کہ اس کے جوان ہونے میں اس کے نام سے ایک دیکھ کے پاس ہی کر دے جائیں گے۔ ہم لوگوں سے آپ کے بچے کو سچا ہے۔ آپ لوگوں کو تا حیات بطور جین شرف رکھنا ہوتا ہے رہیں گے۔ اب تو آپ لوگ کچھ ہی گئے ہو گئے۔"

کسٹن کی بیوی اور بھی جھراک اُٹھی۔ "تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے شادمان کو رحمت کے کھٹوؤں کے عوض بیچ دوں یا دنیا میں کچھ بیچ دوں؟"

ہیں جی ہیں جن پر اس سبب کہ چھوڑ کر سکتی ہے ان میں ایک بچہ بھی ہے۔
 "کبھی نہیں ہو سکتا یہ پاپ ہے۔"

وہ کسان خبیثہ صودت سے سبب چاہ رہی تھی۔ وہ کچھ - وہ -
 لیکن اس سے آپ سر اس طرح بلا دیا کہ وہ بھی اپنی جہی سے خفق ہے۔
 مادام پورس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ وہ جوت بڑی دہچنے
 مادی کی طوفان تیز کر رہی ہوئی اور میں اس ٹاؤنٹ رست کی طرف میں کی
 خواہشیں ہمیشہ پوری ہوئی ہیں۔ یہ کہ جس کر کہنے لگی تھی۔ ٹاؤنٹ -
 انہیں گے ہنری یہ وہ کہ نہ مانیں گے۔

انہوں نے سنے پھر ایک بار کو ششش کی۔ لیکن وہ سوتا: "اگر ایک
 مرتبہ اپنے آپ کے کے مستقبل کی حدت تو غور کرو۔" اس کا کتا بھلا ہوا
 اس کی زندگی -

کسان کی بیوی اکل بڑی بچہ ہی میرا رو کر بولی۔ ہم کو سب
 معلوم ہے! ہم نے سب کچھ سوچا ہے۔ ہٹے جاتے جہاں سے پھر
 کبھی اس کام کے لئے نہ آئے۔ اس نے میرے پیچھے کے لئے۔

ابتر بھٹکتے بھٹکتے مادام ہنری کو جہاں "باک" سی بچے کے برابر ایک
 بچہ اور بھی وہیں ہے۔ اس نے آٹھ گھنٹہ کی گھوڑوں سے دیر چلی
 کوسوائی کوئی کر ایک بے حیا ہوتی عورت کی طرح بول چال "دوسرے چودھا
 بچہ تو شاید آپ کا نہیں ہے۔"

وہ نہیں۔ وہ ہمارے پڑاؤں کا ہے۔ آپ چاہیں تو ان کے
 یہاں جا سکتے ہیں اور کسان سے جا اجہ دیا۔ اس کے بعد وہ غریب
 گیا۔ اس کی بیوی غصے سے جلی ہوئی ایک نہ جا میں کب کہیا
 چک رہی تھی۔

اس وقت یسین کا ندان کھانا کھا رہا تھا اپنی کھانے کی بیز بڑھنے
 ہوئے وہ لوگ کھن کی چلی بدت لگا کر اچار کے ساتھ روٹیاں کھا
 رہے تھے۔

مادام ہنری نے اپنی بات دہرائی لیکن اس پار بڑی منت اور
 الجھنے کے ساتھ:

ان لوگوں سے بھی پٹے انکار کر دیا لیکن جب انہیں معلوم ہو کر
 انہیں خزاں تک گھر بیٹھے مادام میں گئے تو وہ دو ٹوال ایک دوسرے
 کو غور سے دیکھنے لگے۔ وہ وہ بڑی دیر تک کبھی گھری نظر میں ڈوبے
 رہے۔

آخر کار بیوی نے میاں سے پوچھا: "آپ کیا سوچتے ہیں؟"
 اس نے بگڑے جھگڑے ہوئے کہا: "میری رائے میں تو اس پینکشن
 کو اٹھانا چاہئے۔"

تب مادام ہنری جو اب تک بڑی بیچینی کے ساتھ جواب کی منتظر
 تھیں ان لوگوں کو ان کے کہتا اور مستقبل بتانے لگیں۔

کسان نے دریافت کی "بارہ ٹکڑے ایک ساتھ بیٹھتے دیے کا
 اقرار نامہ آپ وکیل کے سامنے لکھ رہی گی نہ؟"

سوچنے ہنری نے کہا: "بے شک کل ہی!" تب کسان کی بیوی
 جواب تک فکر میں رہی ہوئی غصی بولی: "ہمارے بچے کی کمی پوری
 کرنے کے لئے تو فرامک تو کم ہے۔ کچھ ہی دنوں میں بڑا بچہ کر وہ
 کام کاج کرنے کے قابل ہو جائے گا اور ہمیں مدد دینے لگے گا۔
 ہیں تو ایک سو بیٹیں فرامک ملنا چاہئے۔"

تو سنی سے کل کر مادام ہنری نے لپک کر بچے کو اسی طرح

گرمیوں اور گرمیوں کے موسم کے دوران سے کھانا کھا لے۔

اپنے بارے میں سوچنا کہ وہ اپنے خاندان کے میاں پرستی
پھر وہ اپنے چاہنے والوں کو اپنے ہونے والے ہونے والے ہونے
مردم بھری کی باتیں سنیں اور ان کے ساتھ رہے۔

(۴)

اس طرح سچے سچے دینوں کی تقدیر کا فیصلہ ہو گیا۔ ہر ماہ اپنے
کے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ رہنے کے لیے اپنے گھر کے لیے
نوعیت کی بھاری سونے کی اس کار کی جگہ جگہ بنائیں کرتی اور سونے
سے سونے کے لیے سونے کے لیے سونے کے لیے سونے کے لیے
کبھی کبھی وہ جو شے میرا کر اپنے ہاتھ لائے کو گو گو میں اٹھا
یتی اور اس کو مخاطب کر کے گویا وہ سب کچھ رہا ہے
کچھ لگتی "پیارے بچے میں نے تمہیں نہیں بچا ہے نہیں۔
میں اپنے دل کو کبھی نہ بچوں گی یا میرا عزیز ہو کر تو کیا ہو
اپنے لال کو کبھی نہ بچوں گی؟

برسوں تک یہاں ہی رہا۔ وہ گھر کے باہر بھی بیٹھ کر گزروں
سے میں باتیں نہیں کرتا کہ پڑوسی بھی نہیں سبب۔ نوعیت کی بھاری کو
بات کا فرد رہتا۔ وہ اس کے ساتھ رہتا۔ اپنے آپ کو اس پاس کے
گاہر میں سب سے بڑا کر لکھتی تھی۔ وہ لوگ اس کے بارے
میں کہنے "بچے ہی اسے بڑا ساری خاندان کیوں نہ ہو اور اس کے
جو کچھ کہ اس کے کرتے ہیں ایک ماں کی ماں ہے۔"

وہ گھر میں اس کی باتیں نہیں کرتے تھے۔ تار لائن میں
ہوا۔ بخارہ ساں کا ہونچکا تھا۔ اس کی ترجمان اور پرورش بھی ہے

تہ میاں مشورے سے وہ اپنے خاندان میں چلی تھی۔ چنانچہ یہاں سے
کے درمیان وہ بھی کبھی کبھی اس بات کو لے کر ایک بات تھا۔

بچپن خاندان کے بارے میں سے اپنے گھر کے۔ وہ وہ
اپنے مقدر کی تدبیر کرتے نہ لکھتے تھے۔ ان لوگوں کو
میر کرتے دیکھ کر نوعیت خاندان مسد سے جل اٹھتا تھا کیونکہ وہ بھی
ایک غریب کا غریب ہی تھا۔

دینوں خاندان کا سب سے بڑا لڑکا نوجوان عظیم حاصل کرتے
کے گیا تھا۔ دوسرا مرچکا تھا۔
شار لائٹ اپنے بڑے باپ کے ساتھ کبھی کلام کرتا تھا اور
کبھی کی پرورش کرتے ہیں اس کی مدد کرتا تھا۔

(۵)

اس وقت شار لائٹ کی عمر کچھ برس کی تھی۔ ایک دن ایک
عمر وہی گاڑی ان گھروں کے سامنے آکر تکی ایک روحان سونے
کی زنجیریں گھڑی ہاتھ سے ہونے اس گاڑی سے بیٹے اور سونے
باؤں والی ایک بڑا حیا کو ہاتھ دیا۔ اسے کہنے لگا۔ وہ
بڑا حیا اس سے کہہ رہی تھی اس حالت میں بیٹے۔ وہ اور سونے کوئی طرف۔

گویا وہ بیٹوں کے گھر کا مغل رتی رتی جاتا ہوا پہلے سال کے بچے کو
پہلے سونے کو اس کی طرف دھو رہی تھی گھر اور پڑھا ہوا کبھی کے پاس
بیٹا ہوا سونے۔ اتنا ہوا وہ اس کی حالت دیکھنے لگا۔ وہ سونے
باری باری سے کہتا "آج کل میں مبارک ہے۔ وہ اتنا ہوا وہ مبارک ہے۔"
وہ وہ وہ یہ ایک کرکٹ ہو گئے۔ بڑا حیا کے اچھے سے صاف چھوٹ
پڑا۔ وہ چلائی "میرے بچے! تم یہ کیا جیج نہیں؟"

میں سے آگے بڑھ کر آئی، اس کو چھت سے لگا ہوا اور پھر وہی الفاظ دہرا رہا۔
 بڑھتی تھی، ایک ایسی جگہ ایک کنگ دیکھتا، "اور پھر ہاں اٹھا" "میں تو تم بھر دہیں
 آگے" "اے اس سے آگے ایک بیٹھ بیٹھ ہی چھوڑا ہو۔"

"اے کچھ بڑا زبرد آگے سے کہ بڑے ہاں چپ پاس تو دوسرے لوگوں سے
 اس کا تھراوت کرانے میں پڑے وہ لوگ بالترتیب بڑھ پوری ورا سکول باشر کے
 یہاں پہنچے۔"

اپنی صف بندی کے دو دو نوہر کھڑا ڈانٹ آگے جاتے ہوئے دیکھتا
 "اے شاہ کو کھا" "کھاتے وقت اس سے اپنے والد سے کہا" "وہینوں کا بچہ آگے
 چلے گا تو قدر دیکھ کر تم لوگوں سے صحت نفس کی ہے۔"

"اس کی اس سے ایک خاص امر زب سے سرچکا کر کہا" "ہیں اپنا بچہ نہیں
 چھوڑنا تھا" اس کے والد سے کہ جواب دیا۔

"لوگ کتنا گیا" اس طرح کی (زبان کا نتیجہ کہ بڑا ہو رہا)۔
 "ڈیج سے فقہ سے لال ہو کر کہا" "کیا تو نہیں ڈانٹ جتا رہے کہ تم
 سے نہیں کیوں نہیں بچا ہے۔"

"اور وہ جوان حوا میت سے بھرے ہوئے اندام اس نول اٹھا" "ہاں
 میں سے تک تم لوگ کو چھکاروں گا تم لوگ اس وقتے پال بن گئے تھے۔"

شمار سے ہی اسے اب باپ پہنچے تو اس کی زندگی تیار کر ڈالتے ہیں جھک چاہتے
 کہ اب سے بھی تم لوگوں کو چھوڑ دوں یہی شادی مناسب نظر ہوگی۔"

"تو بچ کی بیوی وہیں تھالی سے آسوسا رہی تھی۔ اس کے کٹ کاغذ
 دھا باہر آگیا۔ وہ اس کی سسکیاں گہری بولی نکلیں۔"

"لوگ اسے گلے سے دو دی سے کتنا گیا" اس سے آگے بھی تھا کہ میں پیو
 ہی نہ ہوا ہوں، جب میں سے آج وہیں کا شحات دیکھ کر میرا دل کھوٹے گا
 میں سے چھو دل میں کہا کہ آج میں بھی اسی حالت میں ہوتا ہوں! "مشتعل ہو کر

وہ اٹھ بیٹھا۔

"اب تو میں اچھا ہو چکا کہ میں تم لوگوں کا ساتھ چھوڑ دوں اور میری بھی
 یہاں ڈھیروں کیو کہ میں صبح سے شام تک تم لوگوں کو اب سزا کی ہی رہوں گا
 اس طرح شادی نہ کی بھی عذاب بن جائے گی۔ یہ کسی سوچیں سکا کہ میں تم
 لوگوں کو صحت کدوں؟"

وڑے کسان یہاں بیوی سے بگڑ بھی۔ کہا۔ وہ چپ چاپ آنسو بہانے
 رہے، کیس لوگ کتنا گیا" "اور صحت اور صحت کرنا"۔ تو خواب میں بھی نہیں
 ہو سکتا، میں کہیں بھی۔ وہ کرا پنا بیٹ پال ہوں گا۔"

"اس سے چھوڑے کا درد نہ کھولا۔ کتنی ہی لوگوں کے ناچنے گات کی
 آواز آئی وہیں عذاب اسے لڑکے کے گھر بولنے کی خوشیاں سا۔ یہ صحت
 شادی سے دو رہے پناہ میں پڑ چکا اور پھر چنے والوں کی طرح
 حقارت سے دیکھ کر چلے با" "تم بڑھ چکے ہو!"
 "اور رات کی تاریکی میں وہ غائب ہو گیا۔"

اس کے دل میں اس ہی لمحے کی ٹیس عظمیٰ تھی۔

وہ دن خوبصورت مھلوں کے خواب دیکھتی تھی جس میں طرے بڑے فانوس
تک رہے جو تین کے ماتم اور خوبصورت قابیلوں اور درجوں پر چھڑے
اس کے دل میں ایک کچی سی گدی پیدا ہوئی رہے جس کی دیواروں
پر بیش قیمتی دیپٹی کیڑے تلک رہے چوں اور کرب کے ہر رخ پر انگٹ ہوا
۔ ان اُس کے بہ حکم کی قبیل کے لئے تیار ہو وہ ان کے سہارے چھوٹے
پھولے کمروں کا بھی خواب دیکھ رہی تھی جہاں ختام کے وقت وہ اپنے خاص
خاص دوستوں اور مشہور آدمیوں سے پیشہ کرتی تھیں کہ جس کو اپنی طرف
متوجہ کرنے کی تیار ہر فرامیسی عورت کے دل میں موجود ہے۔

حب وہ اپنی میز پر بیٹھتی جس کا میرا پیش کندا ہونے پر بھی وہ ایک
ہفت سے پہلے نہ بدل سکتی یا جب وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شوہر کو پورے
اطمینان کے ساتھ یہ کہتے ہوئے مٹھتی "اودہ کتنا عمدہ کھانا ہے! اس سے
عمدہ کھانا اور کون سا ہو سکتا ہے؟" تو اُس کے دریا میں دعوت کے کشاوی
کمروں کا نقشہ بھیجے جاتا تھا میں کی دیواروں پر طے طے کے پیش قیامت ہر
بڑے ہوں اور مصوری کے نادانوں سے تلک رہے ہوں۔ زہر سب مسکراہٹ
کے ساتھ کان بھوسی کرتی ہوئی کہیں چھو کر یہ راجہ اپنے جذبات پر قابو پا
میں ہر جوب ہمارے کی طشتریں اور بیٹا کی ہوئی رکابیوں میں عربی کتاب
سے ترکتے ہوئے پکوان کھاتی ہوئی اُس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرتے
گنتی تھیں۔ اس کے پاس "سائنس کی چیزیں نہ تھیں" میں بہا جواہرات بھی
نے سے ایک وہ ان کے لئے اسی طرح تڑپتی تھی جس طرح عرب کا اونٹ اپنے
رگستانی دھن کے لئے تڑپتا ہے یہاں اُسے کون سا آرام تھا کہ وہ بٹاش
نظر آتی کوئی اس کو دیکھ کر جلتا کوئی اس کی طرف متوجہ ہوتا اور دلو انہ اور
اُس کے گھر کا چکر لگاتا!

بار

وہ دن خوبصورت لڑکیوں میں سے ایک تھی جو اپنے اگلے جسم کے کسی باب
کی وجہ سے مزدور طبقہ میں مشہور تھی جس کے پاس ہر شخص دیکھ اور کھانسی
کا کوئی سارا نہ تھا اور ان کے حاصل ہونے کا ہی کوئی ذریعہ تھا اُس کی
ان خوبصورت کی تکمیل کا صحت ایک ہی راستہ تھا تا خاصا ہے۔ اُس کے دار
مٹھنے سے شادی کرنے کی ہوس۔ بلکہ پر قسمتی سے کسی بھی نہ رہا کھس سے
اُس کی جان بکات نہ تھی۔ اس سے اُس سے وہ یہ حکیم کے دفتر کے ایک
کھوک سے شادی کر کے اپنی دیہاتی زندگی سے بچا چھوڑا۔

چونکہ آرائش کے سامان خود سلف کے لئے اُس کے پاس دریاغ نہ تھے
اس لئے وہ ہمیشہ سادہ سے کپڑے پہنتی تھی لیکن دل میں وہ ہمیشہ اپنی بیہوشی
پر کڑھا کرتی تھی گو اس وقت میں اُس کی وہی عزت نہ ہو جس کی وہ اپنے کو
سنتی سمجھتی ہو۔ مگر طور پر ایسا دیکھا جا رہے کہ جو عورتیں اونٹنے خانہ اوس
میں نہیں پیدا ہوتیں لیکن سون کی طرف میں اوجھا بٹنا چاہتی ہیں وہ عموماً
ظاہری بناؤ سنگار بھی کو نامور ہی حاصل کرسکتا اور یہ ساری ہیں۔ اپنی بیہوشی
خود فرست امن سلوک اور اپنے قابل تعریف برتاؤ سے ہی وہ وہی
وجہ حاصل کر لیتی ہیں جو اُس کی مالدار سپوں کو یوں ہی حاصل ہیں۔ وہ جب
کبھی اپنے گھر کی چیزوں پر نظر ڈالتی تھی اسے اپنے گھر میں پیش وعزت کی چیزوں
کی کمی بڑی جلی تھکتی تھکتی کا مطلب یہ کہ سولی سے سولی تیز کی کمی بھی میں تھی
عورت وہ دوسری عورتوں سے کبھی کبھی بھی کی ہوئی اُسے کوئی طرح تھکتی تھی۔
ایک اگر یہ جوتھی کچھان عورت کو سادگی سے اپنی زندگی بسر کرتے دیکھ کر

اُس کے بچپن کی ایک یاد رہا مٹی مٹی مٹی لیکن اُس کے یہاں بھی آنا جانا اُس سے بند کر دیا تھا کیونکہ جب کبھی وہ اُس کے یہاں جاتی تو اُس کے سامان آرائش کو دیکھ کر وہ اپنی بیویوں کو یاد کرتی اور دل ہی دل میں کوٹھنی دے دیتا۔ یہی اور گھر واپس آکر آسو بہاں مٹی ایک دوں سام کے وقت اُس کا شوہر ہاتھ میں ایک بڑا عادیٹہ ہتھ خوش خوش گھر واپس آیا۔

”دیکھو۔ یہ تیار رہا ہے۔“ اُس سے مٹی سے کہا۔
اُس سے ماہ سے خوشی کے جلدی سے لفظ بھڑا ڈالا اور اُس میں رکھا ہوا ایک دھوپ نامہ باہر نکالا جس میں لکھا ہوا تھا۔
”وہ پرتعلیم اور ماں کی بیوی اداام چار جس پر بیوی کی خواہش سے کہ مشراور مسزہ تنہا سو مو اور ۱۰ اجوری کو شام کے کھانے میں تحریک ہو کر انہیں شکر بہ کا موہ دی۔“

جیسا کہ اُس کے شوہر سے خیال کی تھا خوشی سے اچھل پڑنے کے بجائے اُس سے دعوت نامہ کو میر پر چھینک کر غلین صورت بنا کر کہا میں اس کا کیا کروں؟“

”پیارے میں سے تو سوچا تھا کہ اسے پا کر تمہیں بڑی خوشی ہوگی۔ تم کبھی بھی باہر نہیں جاتی ہو یہ ایک ایسا موقع ہے جب تمہیں باہر جینا ہوگا۔ میں نے بڑی دوش دھوپ کے بعد اس دعوت نامہ کو حاصل کیا ہے۔ یہی اسے حاصل کرنے کے وہ پہلے تھے۔ میرے ایسے اولیٰ درجہ کے حامی کے لئے تو ان کا حاصل کرنا ناممکن ہی ہے۔ وہاں تم بڑے بڑے افراد کے ساتھ ہوگی۔“

اُس سے اُس کو حضرات انگیر نکالوں سے دیکھ کر بڑی بے مبری کے ساتھ کہا۔ ”لیکن میں پہنوں گی کیا؟“

مجید ٹھہر گیا۔ اُس نے اس بار سے میں وہ بھی نہ سوچا تھا۔ لیکن وہ... وہ... یہ خاک جیسے پتھر کو تم خلیا جاتی ہو۔ وہ رنگ رنگ کر گتا گیا۔ جگہ تو اُس پر خاک میں تم بڑی عیس معلوم ہوتی ہو۔
بیوی کو آسنو بہا سے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ مٹی کی طرح دو دو دریا دھڑک دھڑک اُس کے کانوں پر گونگ۔ یہی صحت۔

”خبر دات کیا ہے؟“ اُس سے دھڑک سے پوچھا۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنے اڑنے ہوئے آسنو ڈال کر دکا اور آہستہ سے بولی۔
”کوئی بات نہیں میرے پاس بناؤ سنگار کی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے میں نہیں جاسکتی۔ یہ دعوت نامہ اپنے کسی دوست کو دینا جس کی بیوی اتنی خوش نصیب ہو کہ سب موقع بناؤ سنگار کر سنے کے لائق اُس کے پاس سامان ہو۔“

اُس نے ناامید ہو کر کہا۔ ”دیکھو میٹھڑ سے اور اجناؤ تو اُس موقع کے لئے یہ خاک جو اسے میں کیا سوچ ہوگا۔ یہ خاک ایسی ہو جو ہر موقع پر کام آسکے اور اس کے ساتھ ہی سستی بھی ہو۔“

وہ کچھ دیر تک ٹھپ ٹھپ چاٹ چاٹ بولی سوچتی رہی اور اپنی آنکھیں برہن کر مساب نکالتی رہی۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کوئی ایسی رقم جتانے جاسے جو اُس کے کفایت خسار خوار کو ڈر دے۔ بالآخر اُس نے فریاد مٹا دیا۔ ”ٹھیک ہے تو کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن شاید چار سو فرانک کافی ہوں گے۔“

وہ رہ گیا۔ وہ مشکل تمام اتنی ہی رقم جمع کر سکا تھا۔ سو بھی محض اس کو اسے والی گری میں وہ ہاتھ اتار کے دن اپنے دوست کے ساتھ نکلا رہا جاسے کی انکم بنار ہا تھا۔ اُس کام کے لئے ایک بندہ دن خریدا تھا۔ پھر جس اُس نے اپنا خیال نہ کر کے کہا۔ ”جتنی تو تمہیں چار سو فرانک تو

علی ہی حائض تھے لیکن کوشش کر کے پوٹاک عہدہ سے عہدہ ہوا "۔
 معرہ نامہ کا فرد کیا آتی جاری تھی لیکن مادام نیل پھر بھی
 بھگوان اس اور عظیم نظرات تھیں ان کی پوٹاک تیار تھی جسے اور کیا چاہتے
 تھا۔ ایک دن اس کے خادمہ سے دریافت کیا "مات کیا ہے کہ گرفتار آئے
 دونوں سے تم پریشان سی نظر آتی ہو؟"

"اس سے جواب دیا" مجھے اس بات کا بڑا رنج ہے کہ میرے پاس
 ایک بھی بیش قیمت ہار نہیں ہے۔ میں یہی سوچ سوچ کر گھل جا رہی ہوں
 کہ میری دس کے اس محل میں میری کیا عزت رہے گی انہیں کبھی نہیں
 سوچتی ہوں کہ نہ جانوں تو سب سے بھلا رہے۔" ۱۔

"۱۰۔ تم محل محل کے بھلوں سے اپنے کو بھولی آراستہ کر سکتی ہو
 ان دنوں تو بھلوں کی بہار ہے۔ دس فرانک خرچ کر کے سے نہیں گلاب
 کے تانے اور خوبصورت بھولوں کا فیصلہ سکتے ہیں؟"
 لیکن اس ترکیب سے وہ مطمئن نہ ہوئی۔

"میں اس امر کو دیکھنا چاہتی تھی کہ جانا بڑی بے عزتی اور
 جنگ آمیز بات ہوئی؟ وہ بولی "لیکن کیسی بیوقوفی تو تم ایسا ہی ہے
 تو تم اپنے دوست مادام فارلیئر سے ہی اس کے کچھ مانگ لاؤ۔
 تم سے تو اس کا بڑا بار ادا ہے؟"

وہ دیر سے خوش کے جلا آئیں۔ "اس ٹھیک۔ مجھے تو اس کا فیصلہ
 بھی نہ تھا۔"

دوسرے ہی روز وہ اپنے دوست کے گھر پہنچی اور تروترو سے
 اخیر تک اسے سارا قصہ سنا دیا۔ مادام فارلیئر نے انہاری کھولی اور
 ایک بڑی سی پیاری کال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ اس نے پیاری
 کھولتے ہوئے کہا "یہ سب تمہارا ہی ہے جو چاہے پسند کر لو۔"

پچھلے اس سے ملنے پہنچے پھر سوتوں کا ایک بالہ اور دھنسی فیشن سونے
 اور قیمتی جواہرات کا جواڑا ہار پسند کیا۔ اس کب ایک کر کے اس نے
 پہنا اور فیشن میں اپنی صورت دیکھی وہ کچھ بے بسی کی گھسی گھسی اور
 نفس کو نہ سہ۔

"اور نہیں ہے" اس نے کہا۔

وہ نہیں اب تو کوئی چیز نہیں ہے۔ معلوم نہیں تم کیا چاہتی ہو۔
 مادام فارلیئر نے کہا دفعتاً اس نے ایک سیاہ ریشمی کپڑا اور
 بیروں کے ایک ہار کو دیکھ کر اچھل پڑی۔ اس کا دل جھٹکے لگا اور اس
 نے دل میں سوچا کہ اس پر اچھا تو اس سے کاجیتے ہوئے ہاتھوں سے
 اسے اٹھا یا اور ہی نہیں مرا می دار گردوں میں ڈال دیا۔ وہ اپنی حوصلہ
 پر آپ ہی سوچت ہو کر حینہ کے سامنے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ کچھ
 بعد ڈور سے ڈور سے کہیں ابھی بیش قیمت چیز کے سامنے مادام
 انکار نہ کر دے اس نے ڈور سے ڈور سے کہا "نہیں میں بھی چاہتی ہوں
 کیا تم اس کو دیکھتی ہو؟"

دیکھنا نہیں۔ اگر نہیں مینہ ہے تو کیوں نہ دوں گی۔
 اس نے اپنی سہیلی کے گلے میں بائیں ڈال کر اسے کس کر بیٹھنے
 سے لگا لیا۔ اور پھر بار بیکر جلدی سے چلی آئی۔

دعوت کا دل آہنچا۔ مادام لیں سیل کا بنا ڈھنگا ر سب سے دیکھ
 تھا۔ وہ موجودہ عورتوں میں سب سے زیادہ دلچسپ اور خوبصورت اور
 شاندار نظرات تھی۔ اس کے ہونٹوں سے ہنسی چھوٹ رہی تھی۔ کچھ
 مستور آدمی بھی اس کی طرف متوجہ رہے۔ دعوت میں ہر جگہ اس کا
 ہر چار ہا۔

"وہ کون ہے؟"

وزارت کا ہر ایک ممبر اسی کے ساتھ ناخوش رہتا تھا۔ یہیں
چور ہاتھ بچاں تک کہ خود وزیرِ تعلیم نے اسی کے ساتھ آبیے کی
خواہش ظاہر کی۔ وہ مارے خوشی کے ہرک۔ ہی تھی اور لوگوں پر
پہلے جس دار کش کا جادو اثر کرتے دیکھ کر مصولی نہ سالی تھی اس واس
کے لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف سن کر اس پر منہ بھار پڑا۔ وہ ایسا
موسس کہ یہی تھی گویا سرک کے بادلوں پر آڑی جا۔ ہی ہو۔ لوگ اس کے
حسن سے پناہ کی تعریف کے بنی باندھ رہے تھے۔ وہ وہ جو توں کی تھی
کمزوری کا شکار ہو کر لوگوں کی اس چابو سی پر کھوئی کھوئی سی جا رہا
طرف کش تھی کہ چلتے ناچ رہی تھی۔ تقریباً چار بجے۔ آج چند سو اسی کا
خاوند اپنے کو ایک جھوٹے سے کمرے میں بند کئے ہوئے تھا۔ اسی راست
سے سو رہا تھا۔ دو تین آدمی اور اسی کمرے میں ایسی جویں کی دالیں
کا خطا کر رہے تھے۔

اس نے اس کے کندھوں پر ایک سا دس لبادہ صمک دیا جو
وہ پہنے ساتھ لائی تھی وہ لبادہ موت کی آس کا خراج تھا۔ ہر
اڈا رہا تھا۔ لبادے میں اسے کچھ ایسا معلوم ہوا کہ اس کا دم گھٹ رہا
ہے۔ وہ جلدی جلدی پہنے ٹکی تاکہ جیت کھال کے کوٹ دانی مورتوں
میں سے اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔

”ظہر و!“ اس کے خاوند نے کہا۔ ”تھیں مزدی لک جائی
نیں گاڑی سنگا تا ہوں“ لیکن اس نے ذرا بھی پتہ نہ دیا۔ کی اور بلدی
سے بیڑ جہاں ”ترگن“۔ وہ لوگ جب مرگ پر چو پہنچے تب کوئی سے گھڑی
شہلی اور انھیں مجبوراً کچھ دیر کے لئے ”رگن“ بڑا۔ یہی گاڑیاں آئیں
سب بھری ہوئی تھیں چنانچہ دیر مزید انتظار کے بعد ان لوگوں نے
گھر کا راستہ لیا۔

لیکن کچھ دور چلنے کے بعد انھیں ایک عجیب سی گاڑی ملی جس
نے لڑکھائے ہوئے کسی طرح انھیں گھر پہنچایا۔ کتنوں ہی دنوں سے
حسن شانہ اور اب کا وہ انتظار کر رہے تھے اس کا یوں خاتمہ ہو۔
چلنے کے ساتھ سو گھر ایک بار پہنچے حسن کی میں بھر کر تعریف کرنے
کے لئے وہ کچھ دیر کے لئے ٹکی اور دینا لبادہ اُتار کر ایک چھینک دیا۔ لیکن
اپنا ٹکی دیکھتے ہی اس کی زبان سے بے اختیار نکلا ”اوہ! میری کا
دار!“

اوگھٹا ہوا اس کا شوہر جو کہ کڑھ مٹھا ”کیا بات ہے یا اس نے
مجھ پر کیا کیا۔ اس نے طرف خاک نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر نادام
لامتنا و بیشتر کا بار۔۔۔۔۔ کہیں گم ہو گیا۔“
وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

”کی۔ ٹکی طے“ لیکن یہ تو ممکن نہیں ہے! اور اس کے بعد وہ
لوگ کپڑوں کی تہوں میں جیبوں میں اور لبادے میں آتے ڈھونڈے گئے
ان لوگوں نے کوئی جگہ نہ چھوڑی لیکن بار پھر بھی پاتھ نہ لگے۔
”تھیں نہیں ہے کہ ناچ کے بعد بھی تم اسے ہیں کہ ہر تھلی تھیں۔“
اس سے ”جیسا۔“ کے چھٹی طرح یاد ہے کہ اس گھر کے دروازہ تک وہ تھا۔
”لیکن اگر مرگ پر گرا ہوتا تو مزدوری ہی ہم سے کرے وقت اس
کی آواز انھیں ہدی۔ مزدوری وہ گاڑی میں گرا۔“

ان میں بات ہے۔

”کیا تھیں گاڑی کا نمبر یاد ہے؟“

”ہیں۔ تم نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی۔“

”نہیں۔“

وہ ہے ہوتے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ آخر کار موشے!

لاں سیں کے گھڑے پہن سٹے۔

”ہم جتنی دور تک پیوں چھ میں وہاں اچھی جا کر میں اُسے ڈھونڈتا ہوں۔“

وہ اُس وقت باہر نکل گیا۔ دعوت کی اس شاندار پوشاک میں وہ ثبت بنی بیٹھ رہی۔ دل آسے نیند آ رہی تھی اور وہ کچھ سوچ سکتی تھی۔ آسنے والی مصیبت کا خیال کر کے وہ کانپ اٹھی۔

سات بجے لاں سیں غلی پاختہ وہاں لوٹا۔ وہ نوپیس میں غللا رکھ کر آیا تھا اور سب اخیاروں میں خوش دہے آیا کہ پاسے واسے کو خاص رقم بطورہ تمام دی جائیگی۔ اسے جہاں جہاں ملے کی اُمید تھی سب جگہ اس سے چکر لگایا۔

دن میں وہ پھر کھوجنے کے سٹے غللا اور اس کی بیوی طرح طرح کے خیالات میں ڈوبی اُس کی راہ دیکھتی رہی۔ شام کے وقت وہ گھر لوٹ آئی تھی اور وہاں اس پاختہ دار کے بٹنے کی کوئی اُمید نہ رہ گئی۔

”اتنم اپنی بیسیں کو گھروں کو دار کی کڑی ٹاٹ لٹنی ہے۔ اس سٹے اس کو درست کر سٹے کے سٹے دیر پائیگی ہے۔ اس طرح تک مل کر سٹے کے سٹے ہیں کچھ اور حملت مل جائیگی۔“ اُس سے صلاح دی۔

کچھ بہت حتم ہوسٹے ہوسٹے ان کی ساری اُمیدوں پر پانی پڑ گیا۔ لاں سیں کو ہر سال موسم ہمارے تھا تو اس حادثے سے اُس کی عمر کے پانچ سال بڑھا دیئے تھے۔ نہ حال ہو کر وہ لولا۔ بچوں کو سٹشس کر کے دیکھوں شاہ کسی طرح کی چوری ہوں سٹے۔

دار کے ڈبے پر جس جوہری کا نام لکھا تھا وہ لوگ دوسرے دن اُس جوہری کے پاس پہنچے، اُس نے اپنی دکان کا دروازہ کھولا۔

”وہ میں سٹے تو بار نہیں فروخت کیا۔ صرف یہ اُتار ہی میں سے خریدا گیا ہے۔“

تب وہ ہر ایک جوہری کی دکان پر جا جا کر اُس طرح کا بار ڈھونڈنے لگے۔ اس وقت افسوس کی وجہ سے اُس دونوں کے چہروں پر ہوا نہیں اُڑ رہی تھیں آخر کار وہیں پہنچے۔ اگلے میں ایک دکان میں اُس سے متعلق بار نظر آیا۔ دھڑکنے ہوئے دل کے ساتھ افسوس سے اُس کی قیمت دریافت کی۔ چالیس بن۔ فرد ایک لیکن اُن کو وہ چھتیس بنارہی میں مل سکتا ہے۔ افسوس سے جوہری سے اُسے تین دن تک فروخت کر سٹے کی، اتھارہ کی اُس سے یہ صحت منظور کیا کہ اگر پچھلے والا بار مل گیا تو وہ سٹے فروخت کرے آخر تک چھتیس بن۔ دار ایک میں واپس لے سکا۔

لاں سیں کی بانی جاندار کی قیمت اتھارہ بنارہ ایک تھی۔ باقی رقم اس سے ادھر اُدھر سے قرض سے کراچی کی اس طرح کا قرض چھ میں اسے اپنی ماں جس مصیبت میں ڈال کر تیار کن خرموں پر بددوٹ وغیرہ لکھے تھے۔ اسے استادنوں پر دھتھہ کھٹے وقت اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھا اچھا چھایا۔

جو بھی جو اُس سے چھتیس بنارہ میں نیا بار خریدا گیا۔

مستادہ مراد سیں بدروس کر سٹے گھنٹیں تو دام لار ایسٹر سٹے کسی قدر نا اطمینان کا تھا۔ رکت ہو سکتا۔ منہیں اس کو زبردستی واپس کر دینا چاہئے تھا تاہم کچھ مدت بڑھانے۔

اُس سے کہیں نہ سولی۔ اُسے بار دیکھنا بھی نہیں۔ دام لاں سیں کو یہ تو تھا کہ اُس کوئی دن نہ ملے۔ وہ نہ وہ کیا خیال کر سٹے گی کہ کیا وہ اُسے جو نہ ملے گی۔

اس دن سے دام لاں سیں کو پتہ لگا کہ مٹاسی سکے کہتے ہیں ڈیکس

اس مصیبت کے زمانہ میں بھی ہنسنے صبر و سکون اور بہت سے کام دیا۔
 اور بارہ کی طرح ایسے غلو کا ساتھ دیا۔ قرض کا بہ نام قابل بروا ست
 جو جو غرض تھا، ہی غرض۔ کفایت شعار رہنے کے لئے چھ تو انھوں سے
 تو کرب کو لگے کہ اس کے بعد اس مکان کو چھوڑ کر ایک چھوٹا سا مکان
 سنبھال کر یہاں عرصہ کی بستی میں غرض۔

اب اسے معلوم ہو کہ کڑھتی کے کام کوں سے جو تے ہیں! چند ہی
 دنوں کی محنت سے آٹے کے طعم کا مضمون کو سخت اور ٹھنڈا بنا دیا۔ وہ خود
 ہی کپڑے اور برقع دھوئی، درگھر میں جھاڑو لگائی اور کھانا پکائی، باہر
 سے پانی لائی اور ہر ایک بیڑھی پر دم بیلنے کے لئے رکتی، غریبوں کی
 طرح معمولی کپڑے پہنتی، خود بازار جاتی اور سودا خریدتے وقت اپنی محنت
 کی کمائی ہوئی رقم کی ایک ایک پائی بچاؤ کے لئے گھنٹوں سرکھیتی!۔
 یہ سبنا انھیں کچھ قرض چکانا پڑتا اور کچھ کی سیب و دودھ

بڑھا دیتے۔
 اس کا وہ بھی تو کڑی سے چھٹی باکر کچھ دکانوں پر صاپ کپ
 کا کام کہنے جاتے تھے۔ وہ اس طرح ہر ماہ وہ بھی کچھ نہ کچھ بچا لیتا تھا۔ کبھی
 کبھی تو اس طرح کے کاموں میں وہ ماہی رات ہی صرت کر دیتا۔
 اس طرح کی محنت وہ لگاتا، دس برس تک کر سکتے رہے۔
 دس برس کے خیر میں انھوں نے پورا قرض ادا کر دیا۔

اب دوا م لاس میں زندگی کی سہولتیاں جیں کر ایک بڑھیا سی
 نظر آتی تھی۔ وہ مزدور عورتوں کی طرح مضبوط اور کھیتی بن گئی تھی۔
 قریب و حوا کی آس محو زوں میں سہ کی آواز سب سے زوردار
 تھی جو اپنے دروازہ پر کھڑی ہو کر غیب بڑا کر تھی
 لیکن جب اس کا وہ دھڑکتا ہوا وہ کبھی کبھی کھڑکی کے

یاس میں بھائی و رخصت ہوئے دکان کی مس تمام اور اس دعوت
 کی یاد کوئے گنتی جہاں اس نے ایسے من کے جادو سے سب کو سمجھ
 کر لیا تھا۔

زوردار نہ کھوئی تو آج کے دن اس کی کیا حالت ہوئی؟
 لون جان سکتا ہے۔

زندگی میں توفیر ضروری ہے۔ ہم کو ٹٹ کی تبدیلی ہی ہوتی ہے
 ہے اس کے جتنے جڑتے ایک کو بھی نہیں لگتا۔

ایک آواز کا واقعہ ہے۔ حبیب وہ جتنے بھر کی پریشانیوں سے
 جھٹکا رہا ہے کے لئے گر جا کی حوت جا رہی تھی، اس نے ایک حوت
 کو گود میں بچہ لئے ہوئے اپنی طرف آئے دیکھا وہ دوا م ساریش ہی
 تھی۔ بھی تک جان کسن اور دل موہنے والی!
 ماں دوا م لاس کے پاؤں کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے
 کیا اسے اس سے بات کرنا پڑتا گا؟

ماں دوا م لاس کے پاؤں کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے
 کیا اسے اس سے بات کرنا پڑتا گا؟
 دوا م لاس کے پاؤں کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے
 کیا اسے اس سے بات کرنا پڑتا گا؟

دوا م لاس کے پاؤں کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے
 کیا اسے اس سے بات کرنا پڑتا گا؟
 دوا م لاس کے پاؤں کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے
 کیا اسے اس سے بات کرنا پڑتا گا؟

کہ اپنے ساتھ اس طرح بے محنتی سے : میں کرتے دیکھ کر اسے خون چھڑ
ہوئی وہ وہ غصہ کر بولی " لیکن مادام سٹ پر آپ جو ملتی
ہیں ۔

" کبھی نہیں میں جھٹکے لیں میں ہوں ۔

" اور میری پیاری جھٹکے سے لاپ سیل اتنی تندی کیجئے ؟

" ہاں اور کرنی ہوسوں سے میں سے بڑی جھپٹیں خدائی ہیں اور

وہ سب کچھ خدائی ہی بدولت "۔

" میری بدولت اکیسے ؟

" کیا تمہیں یاد ہے ، تم سے اب میرا اب کا : مجھے پیچھے کر دیا

خدا ؟

" ہاں مادام ۔ اچھی طرح ؟

" وہ مجھ سے کھو گیا ۔

" کھو گیا ؟ کس طرح ! وہ تو تم سے مجھے مل دیا تھا ۔

میں نے اس طرح کا دوسرا بار خرید کر دیا تھا ۔ اور اس قرض کو

ہم دس برس میں ادا کر سکے یہاں تم جانتی ہی ہو کہ " مادام " قرض بچا

ہم لوگوں کے لئے آسان نہ تھا ۔ لیکن اب سب کچھ ادا ہو چکا ہے اور

آج میں اس طرح سے بے فکر ہوں ۔

" تو تم سے میرے بار کے دسے میں ویس ہی سکل کاریوں کا بار

خرید کر مجھ کو دیا ؟ مادام " ۔ میرے کما ۔

" ہاں اور تم سے بچا نا بھی نہیں ۔ وہ دونوں باہل لے جھٹے تھے :

وہ فرد سے سکرائے ۔

مادام فاریسٹر کا دل درد سے بھر آیا ۔ اس نے اس کے سخت
لمحوں کو دیکھ کر درد سے دوپایا اور اسے چھان سے لگا کر بولی " اور میری
پیاری لاپ سیل " سر ابارنہ ملکی بہروں کا تھا ۔ وہ پاسو فرما کر اسے یہ وہ لگات
کا نہ تھا "۔

”جناب انور انجمن کر باتیں کیجئے۔ دسکاؤنٹ سے دانت پیتے ہوئے
کہ یہ اپنی ان حرکتوں سے تم مجھے اس بات کے لئے مجبور کر رہے ہو کہ
میں پشتوں منہا لوں“

اس کے جواب میں وہ شخص صرف ایک لفظ ”جرحہت ہی گنا اور
پر تیزی سے بھر ہوا تھا اور جس سے ہوش کے کوسے کوسے میں گونج پیدا
کر دی۔ اور لوگ جو تک بڑے۔ جو لوگ ان لوگوں کی طرف پہنچے گئے ہوتے
تھے انہوں نے اپنے منہ کی حرکت کر کے جو لوگ کھائے پہنچے میں گئے تھے
انہوں نے ہاتھ سمیٹ کر گردن اٹھ کر اٹھائیں۔ ہوش کے نوکر جاکر اور
”دھر بھاگے گئے اور عورتیں خوف زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔

چاروں طرف خوفناک خاموشی چھا گئی۔ دسکاؤنٹ ایک تیز آواز سے سارا
ہل گونج تھا۔ دسکاؤنٹ نے کس کر ایک طرہ پر اپنے حریف کو دکھایا۔
پرانیک آدمی بچے بچاؤ کرنے کے لئے دوڑ پڑا۔ آخر کار دونوں نے ایک
دوسرے کے لئے ڈویل کے لئے ٹکرا۔

جب دسکاؤنٹ گھر پہنچا تو وہ اس قدر منتقل ہو رہا تھا کہ کرب میں
پہنچنے کے بعد جس وہاں۔ شہت رہا۔ غصہ کی دھڑ سے اس کی قوت راہی
معتد۔ ہونٹیں تھیں۔ حرکت ایک ہی حیال اس کے دماغ میں چکر کاٹ رہا
تھا ”ڈویل“

اور کسی طرح کے خیالات کے لئے اس کے دماغ میں گھٹائش نہ تھی۔
اس نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ اس کے اس طرح کے برتاؤ کا
لوگ ادھر ادھر دیکھ کر رہ گئے۔ یقیناً اول اسے بینہ کر رہے تھے اور ادھر
ادھر سے اس کے دس سہار کیا وہ کے بیانات موصول ہوں گے۔ اس
سے دور۔ اور چلا کر گھا ”کیسا بنگلی آدمی تھا وہ!
وہ نیچے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔ اپنی باری کو مضبوط کر کے لئے کے لئے

خبر دہی کے اپنے ساتھ پہنچے ہوئے۔ کس کن لوگوں کو وہ پہنچے گا اور اپنے
اس سب دوستوں کے بارے میں سوچنے لگا جو کافی شہرت رکھتے تھے اور
محام میں جن کا نام تھا۔ بالآخر اس نے دو نام پہنچے ایک مارکوس ٹونائر
اور دوسرا کرل مارلی۔ پہلا ایک سبز زئیس اور دوسرا ایک مشہور فوجی۔ وہ
غرض کے بارے میں اصل ڈا۔ اور ان کے نام اخباروں میں بڑی شان
سے چھپ گئے تھے اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ پیاسا ہے اور یکے بعد
دیکر سے وہ تین گلاس پانی پڑھا گیا۔ اس کے بعد وہ پھر کمر بند میں پہنچے
لگا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی دگ رنگ بیڑک رہی ہے۔
اس نے سوچا۔ ”وہ کیا کہ اگر وہ ذرا بھی کراک کر باتیں کرے گا کہنت
ترین ڈویل کے لئے اپنے حریف کو ٹکرا دے گا اور اس کے سامنے سخت سے
سخت شرطیں رکھے گا اور ڈویل کے لئے ضد کرے گا تو اس کا سب تھیں لڑنے
کے بجائے ڈویل کے بارے میں اس سے معافی مانگ لے گا۔

اس نے اپنے حریف کا عقاربند نام سبز پر سے اٹھایا اور دوبارہ
جسٹ فور کے ساتھ بڑھا کیونکہ چوٹ میں اس نے اسے محض سرسری طور
پر دیکھا تھا اور گاڑی کی جدلی روشنی میں اسے ٹھیک سے نہ دیکھا تھا۔
ہارنیں میل اور دماغ نے ”اس پر حرکت۔ تنا ہی سکھا تھا۔

اس نے بغور ان چند لفظوں کو دیکھا۔ اسے وہ جیت پر اسرار اور
جے سنی سے معلوم ہوئے جا۔ جس میں ”کون ہے یہ کیا کام کرنا ہے؟ وہ
اس کی طرف اس طرح گھور گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا؟ کیا ایک داخل نا اہل
شخص اس طرح کسی حرکت کی طرف دیکھ سکتا ہے؟
اور دسکاؤنٹ پھر چلا ”خدا دو کیسا دھشت“

وہ نیچے چاہ کھلا تھا۔ وہ دیکر اس خط کو دیکھ لیتا۔ اور کچھ سوچنے
لگا تھا اس کا فہم کے غلطی کو دیکھ کر اس کے دل میں حوفاں اٹھ رہا تھا۔

اُس کے دل میں نفرت اور بغضِ خیالات پیدا ہو رہے تھے اور وہ شروع بہ چینی محسوس کر رہا تھا۔

”کس نے توئی کا کام“ اور پھر چلا آیا اور ہاتھ میں سے ہونٹے اٹھے پانچویں سے اُس کا منہ لکھے ہوئے نام کو اس طرح جوش کے ساتھ کاٹنے لگا کہ کسی کا کلا کاٹ رہا ہو۔ تو اُسے لڑائی چاہئے، لیکن کس جتن سے؟ تنہا؟ یا پستول؟ وہ دینی بے عزتی محسوس کر رہا تھا۔ تنہا کی لڑائی میں اگرچہ اُسے کم خطرہ نظر آتا تھا لیکن پستول کے ڈول میں یہ بھی محسوس تھا کہ اُس کا موقع اور معافی مانگ سے تنہا کی لڑائی میں کافی ضرب لگنے کی کم گنجائش رہتی ہے۔ داڑھی میں گھرنے ہاتھوں سے بھی بچاؤ کیا جاسکتا ہے لیکن پستول کی لڑائی اُس میں تو زندگی اور موت کا ہی سوال آ جاتا ہے! لیکن پستول کی لڑائی میں وہ منہ پر کا میساج ہونگا اور اس طرح عوام کی نظروں میں وہ عزت بھی حاصل کر سکے گا۔ پھر بھی وہ ٹھیک ٹھیک طے نہ کر سکا اور اس اور جرنیل میں چلا آٹھا ”بھگے یقیناً تیار رہنا چاہئے، وہ ڈر جاسکتا ہے“

وہ اپنی ہی آواز سے سہم گیا اور اپنے کو اوپر سے بیچے تک دیکھے لگا۔ اُسے بڑی یقین معلوم ہوئی اور پانی کا ایک گلاس اُس نے اٹھ لیا۔ اس کے بعد وہ سوسے کی تیار رہی کرسٹل لگا۔

جبوں ہی وہ میپ بجا کر ستر پر پہنچا اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا۔

”بھگے! خفہ! ات کرسٹل کے سٹل کل کا مارا دن سٹل کا اس سٹل اب بھے اٹھان سے سوچنا چاہئے“

لیکن وہ ستر پر آپ ہی آپ گرم ہو رہا تھا نیشنل کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کہیں دھر کر وٹ جوتا کہیں اُدھر کہیں لکھنے کا سہارا لیکر بیٹھا جاتا

تھا۔ اُسے پھر پیاس معلوم ہونے لگی اور اُس نے اٹھ کر پانی پیا۔ اس کے بعد ہی ایک خیال سے وہ پھر بے چین ہو اٹھا۔

”کیا میں کہیں لڑ سکتا ہوں؟“ ان سچائی ہوئی آوازوں کو سن کر بھی وہ کیوں ڈر گیا؟ گھڑی جب گھٹنے بھاسے لگی تب وہ چونک کر رہ گیا۔ وہ اتنا ڈر گیا تھا کہ نشن ہی دیر تک وہ گھڑی گھڑی سانس لیتا رہا۔

وہ اپنے آپ ہی اس واقعہ کا جائزہ لیٹنے لگا کہ کیا میں کچھ بچ لہو پا ہوں؟“

نہیں کہیں نہیں۔ چونکہ اُس نے ڈول کرنا سیکھ لیا تھا۔ اس کا ارادہ یقین تھا لیکن اُس کے دل کی بھرا۔ ہی اتنی بڑھتی جا رہی تھی کہ وہ رہ رہ کر اپنے سے سوال کر بیٹھتا تھا: ”پختہ ارادہ ہونے کے بعد کسی کا ڈرنا کیا ممکن ہے؟“

اور اس طرح کی یقین نگاہیں اور خیالات اُسے کھانے جا رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اگر قوتِ ارادی سے بھی بڑھ کر کوئی طاقت اس کا گلا دبا سکتی تو کیا ہو گا؟ جیسا کہ اُس نے سیکھ لیا ہے وہ میدان میں تو ضرور ہی اُترے گا۔ لیکن فرمیں کرو اگر اس کے ہاتھ کاٹ آئے یا اس کو حشر ہی آجائے تو اُس کی عزت خاک میں مل جائیگی۔

وہ دھننا ایک جھل آدھی کی چلنے اٹھ بیٹھ اُسے آئینہ میں اپنا منہ دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ اُس نے دو بارہ میپ چلایا اور آئینہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ جب چمکتے ہوئے آئینہ میں اُس نے اپنی شکل دیکھی تو اپنے کو وہ پہچان نہ سکا۔ اُسے ایسا محسوس ہوا گویا اس شیخے واسے آدھی کو اُس نے بدل بھی نہیں دیکھا۔ اُس کی آنکھیں ڈر کے مارے تھیں جا رہی تھیں اور اُس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

وہ آئینہ کے سامنے بھونچکا سا کھڑا تھا۔ اس نے اپنی زبان باہر نکالی گو یا وہ خود ہی ڈاکٹر کی طرح اپنی تندہستی کا معائنہ کر رہا ہو۔ اس کے دل میں بھلا ایک تیر کی طرح یہ خیال آیا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ پرستوں اسی وقت میں مرا ہوا کہیں پڑا ہوں!"

اس کا دل پھر زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"میں برسوں اسی وقت مرا ہوا بھی ہو سکتا ہوں۔ یہ شخص چیخے کے سامنے کھڑا ہوا یہ میں اس دنیا میں۔ رہوں گا کیا انہیں یہاں کھڑا ہوا ہوں اور آئینہ میں اپنا عکس دیکھ رہا ہوں۔ جس جانتا ہوں کہ اس وقت میں زندہ ہوں لیکن۔۔۔ لیکن جس چیز میں گھنٹوں میں مرا ہوا پڑا ہوں گا!"

میری آنکھیں بند ہوں گی۔ بدن ضرور ہوگا اور میری روح عالم بالا کی سیر کرتی ہوگی!"

وہ بستر کی طرف ٹھٹھا اور اسے صاف نظر آیا کہ وہ مردہ حالت میں اس پر چیت پڑا ہوا ہے۔ اور گالوں میں اس تلخ کے گڑھے ہیں جس تلخ کے گڑھے میں اس کے بعد انسان کے گالوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھ بھی ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔

یہ خیال دل میں آئے ہی وہ اپنے بستر کو دیکھ کر ڈر سنے لگا۔

کہیں اس پر نگاہ نہ پڑ جائے اس نے وہ دوسرے کمرے میں جا کر سگریٹ پیئے لگا۔ اس کی گھبراہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی اور وہ ادھر ادھر کمرے میں گھوم رہا تھا۔ اس کا بدن سن ہوا جا رہا تھا۔ وہ اپنے نوکر کو دنگا سنے کے لئے گھنٹی کی طرف بڑھا لیکن پھر اس کے دل میں ایک خیال آیا اور وہ ٹک گیا۔

"وہ آدمی مجھ جانیگا کہ میں ڈر رہا ہوں"

اور اس نے گھنٹی نہ بجا کر خود ہی آگ سنگالی۔ ہر ایک چیز کو اٹھاتے وقت اس کا بدن ٹہری تلخ کا پیتا تھا اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے دماغ میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ خوفناک حیالات دل میں آئے کی وجہ سے اس کی جان سو کہ رہی تھی۔ اس کے ہوش و حواس اس تلخ مصلیٰ ہو رہے تھے گو یا اس نے بہت زیادہ شراب پی لی ہو اور وہ لگا۔۔۔ اپنے سے پوچھ رہا تھا

"میں کیا کر رہے جا رہا ہوں؟ میرا کیا انجام ہوگا؟"

اس کا سارا بدن رہ رہ کر خضر نظر اٹھتا تھا۔ وہ ایک ذمہ کھڑا ہو گیا اور جیوں ہی اس نے پردا ہٹا کر دیکھا تو سویرا ہو چکا تھا سارا شہر غنچ کی سرخی میں ڈوبا ہوا تھا۔ نچلتے ہوئے سورج کی کرنیں تمام دنیا کو از سر نو زندگی بخش رہی تھیں۔ ان کرفوں نے دسکاؤنٹ کے دل کو بھی طاقت اور تازگی سے بھر دیا۔ وہ سوچنے لگا میں بھی کیسا بیوقوف ہوں جو ڈر کے مارے پہلے ہی سے مڑا جا رہا ہوں۔ کون جانتے میرا موقع مقابلہ کے لئے آئے گا بھی یا نہیں! اس نے ہاتھ منہ دھویا، کپڑے پہنے اور بیچت ہو کر باہر نکل گیا۔

وہ چلتے وقت بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا "مجھے خوف دینا چاہیے اور استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ مجھے یہ دکھانا چاہیے کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں"

اس کے دوست مار کو نہیں اور کرنل فوراً اس کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اور ڈوبل کی خرطوں پر باتیں کر سنے لگے۔

کرنل نے دریافت کیا "تم خوفناک ڈوب چاہتے ہو؟"

خستہ خوفناک "اوسکاؤنٹ نے جواب دیا۔

وقت پتوں کی لڑائی پسند کرتے ہو۔ ۹۰

ہاں

دوسرے طرح کے اختلاطات کے سبب کی تم مجھے آزادی دیتے ہو؟
اسکا ڈاٹ سے نہ کہی تو ازمیں لیکن صاف طور پر کہا: "ملا نہیں
قدم گھسیٹتے ہی غار نکلا۔ گویاں تب تک میں رہی جب تک کہ کوئی
بڑی ٹھکانہ نہ ہو جائے۔"

"یہ تو بڑی اچھی شرطیں ہیں!" مطمئن ہو کر کرل سے کہا۔ "تیار
نشانہ تو بچا ہے ہی! تمہارے کامیاب ہونے کی پوری آمید ہے۔"

دو دو ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ اسکا ڈاٹ گھر پہنچ کر ان
لوگوں کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا احتیاط اور اس کی فکر ابست
جو کچھ دیر کے سبب جلی گئی تھی پھر چڑھنے لگی۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ
بدن تھک رہا ہے اس کے حوصلے کا دوران تیز ہو گیا ہے۔ وہ کسی چیز
کبھی کھڑا ہوتا۔ وہ کسی کمرے میں گھومنے لگتا تھا لیکن اسے کسی نئی چیز
میں متا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور اس کی زبان تارے
چمکتی جا رہی تھی۔

اس سے نا سفتہ ملنے یا لیکن وہ کچھ بھی نہ کہا سکا۔ اس پر اس
سے شاباشی کی قوت حاصل کرنا ملے گی اور وہ کوئی ٹھکانہ نہ
اس سے چھ گلاس عرق کے پیئے آزاد ہوئے۔ شراب کے اثر سے بچے تو کہ
دھم سے اس کا۔ "شعبان" ظالمیں فوراً ہی اس کے فونی پر زور دے رہے
تھے۔

"مجھے راسخ مل گیا ہے۔" اس سے سوجھا۔ "اب سب ٹھیک ہو جائے گا
لیکن ایک گھنٹے کے اندر اس سے پوری بول خالی کر دی۔ اس کے
ساتھ ہی بریت فی اور بڑھتی اور وہ پوری عرق مشغول ہونے لگا۔ کسی کو

کاٹ پٹنے یا زور زور سے جلاسنے کی اس کی خواہش جو رہی تھی۔ اسی
طرح شام ہو گئی۔

اس کی گھنٹی بجی۔ لیکن گھنٹی کی آواز سن کر اس کا دم اس طرح
ٹھنکے لگا کہ کھڑا رہنے یا اپنے دوستوں کا استقبال کرنے کی بھی اس میں
طاقت نہیں رہی۔

یادہ دیر تک اس سے بات چیت کرنے کی بھی طاقت اس میں نہ
تھی۔ کیونکہ اسے دہم ہو گیا تھا کہ اس کی کانٹین ہوئی آواز کو اس کر اس
کے دوست سب کچھ تاڑ جائیں گے۔

"تمہاری شرطوں کے مطابق ہی سب اختتام کر دیا گیا ہے۔ اگر کرل سے
کہا ہے تو تمہارے حریف سے اپنے کو ذلیل و خوار سمجھ کر ایک ذلیل آدمی
کونے والی تمام آسائیاں طلب کیں لیکن وہ بہت جلد راہ راست پر آگیا۔
اور چاروی سب شرطیں منظور کر لیں۔ اس کے طرفدار دو فوجی ہیں۔"
"شکر یہ۔" اسکا ڈاٹ سے صرف اتنا ہی کہا۔

یادہ دیر تک نہیں بولتا۔ "یونکہ میں ابھی بہت سی باتوں کا اختتام کرنا ہے
اس سبب یادہ دیر تک نہیں بول سکتا۔" اسید ہے آپ صاف کریں گے۔ میں
ایک اچھے اور ہوشیار آدمی کی موجودگی کا بھی اختتام کرنا ہے کیونکہ لڑائی
کی شرط ہے کسی ایک کا بڑی طعنہ زنی ہو نا! اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ
گروہوں کے ٹکر کتنے گہرے ہوتے ہیں۔ لڑائی کے سبب ہم کو ایک ایسی
جگہ تلاش کرنی ہے جس کے پاس کوئی گھر ہو جہاں زخمی ہونے پر گھائی
کوسے جا سکیں۔ خلاصہ یہ کہ ابھی چار سے لے دو تین گھنٹے کا کام باقی ہے۔"
اس بار بھی اسکا ڈاٹ کو بغیر کاچنے "شکر یہ" ادا کر سلا میں کامیابی
کی گونج سنے ہو چھا۔ "تم ہوا چھوٹے چھوٹے باطل مطمئن اور خاطر میں ہے؟"
"ہاں بالکل مطمئن! شکر یہ۔" اس سے کسی طرح کہا۔

و سکاؤنٹ کے وہ نوں وہ سبے مدان چہ گئے۔

عجب وہ تنہا رہ گیا تو آستے پھر ایک بار ایسا محسوس ہوا گویا وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کا ذکر لیب روٹن کر گیا تھا اور وہ میرے بیچ کر کے چٹھیاں لکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ میرا وصیت نامہ ہے۔" اس نے ایک صفحہ پر لکھا۔ لیکن دوسرا ہی سر وہ نہیں کرانک کھڑا ہو گیا اور کمرے میں گھومنے لگا۔ وہ کچھ بھی لکھ نہیں کر پاتا تھا۔

تو کیا اسے لڑنا ہی پڑے گا! اس سے پہلے اب کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ اسے کیا ہو گیا ہے؟ وہ لڑنا چاہتا تھا۔ لڑنے کے لئے اس نے بیکار رہ کر لیا تھا۔ تاہم وہ اپنی طرح جاسا تھا کہ وہ کتائی کوشش کرے۔ کتنی ہی ہمت کرے۔ لیکن لڑنا تو دور رہا وہ اس جگہ تک نہ جاسکے گا۔ اس سے لڑائی کا تصور کیا۔ روانی میں ایسے نوں اور اپنے حریف کے کمرے کا بھی تصور اس سے کیا اور رنگ ڈھنگ تو لا۔

لہذا بھر کے وقفے سے اس کے دانت بج اٹھتے تھے۔ اس نے ڈوئل کے قواعد نکالے اور اسے پڑھنے کی کوشش کی۔ اس کے دماغ میں یہ سوال اٹھایا کہ میرا حریف بھی کتنا ہے؟ بارہوگا۔ کس مرتبہ کا آدمی ہوگا وہ؟ میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں؟

اس خبر نامہ اس کی پستول کے نشانے بازوں پر بھی ہوئی ایک کتاب کا خیال آیا اور وہ اسے نکال کر جہاں وہاں سے پڑھنے لگا۔

جاد میں ہیں کا نام کہیں اسے نظر نہیں آیا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اسے خیال آیا کہ اگر وہ شخص کتنا مشق نشانے باز نہ ہوتا تو وہ پستول کی روانی اور میری سختی شرطوں کو کسی طرح منظور نہ کرتا!

مجھے ہی وہ ٹھٹھکے ہوئے ایک سر کے پاس سے گذرا اس نے کبھی کبھل کر ایک پستول نکال لیا اور ہاتھ اوٹھا کر کے اس طرح کھڑا ہو گیا گویا وہ اس وقت پستول چلا رہا تھا۔ لیکن وہ سر سے پیر تک کانپ اٹھا اور پستول کی ٹی ہاروں طرف گھومنے لگی۔

تب وہ چلا اٹھا۔ "یہ تو ناممکن ہے۔ اس طرح تو میں نہ لڑ سکوں گا۔" اس نے پستول کی چھوٹی سی ٹی کا معائنہ کیا۔ اس ٹی کا جو موٹے اٹھتے تھے، پھر اسے اپنی بے عزتی کا خیال آیا۔ یہاں وہاں ہونیوالی میری قیں۔ گھب گھروں میں جو ہوائی باتیں محسوس کی جھنسی عورتوں کی نفرت اور مردوں کا مسخہ ڈانٹ اور مجذموں تک کا اسے چڑھانا۔ یہ ساری سارا اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔

وہ پستول کی طرف دیکھ کر گھوم رہا ہی رہا۔ اچانک اسے معلوم ہوا کہ وہ جہاں ہے۔ دیکھ کر اسے ایک طرح کی سرت محسوس ہوئی وہ سوچنے لگا۔ اگر مجمع کے سامنے وہ موقع پر دیکھیں گے ساتھ کھڑا نہ رہے گا تو وہ ہیتے کے سبب بے نام ہو جائیگا۔ اسے جگہ جگہ بے نام اور ذلیل کیا جائیگا۔ اور کھٹک کا یہ دیکھ کبھی نہ چھوٹے گا۔ اس طرح سوچائی میں رہا کہ کوئی وقت نہ رہ جائیگی۔

پن تیرے تک اسے جس شکل میں دیکھنا چاہتی ہے اس میں اسے ذرا۔ اس کا خیال نہیں ہو سکتی۔ اس نے اس صداقت کو اپنی طبع میں محسوس کیا۔ تاہم وہ بہادرتھا۔ کیونکہ وہ لڑنا چاہتا تھا۔ وہ بہادرتھا۔ کیونکہ۔۔۔۔۔ اس خیال کا اس کے دماغ میں غارتگی ہوئی نہ جہاں اس سے اپنا ٹھکانہ کھوتا اور پستول کی ٹی ٹھیک ٹھنک کے اندر کر کے گھومنا ڈوبا دیا۔

گولی کی آواز سن کر جیسے ہی اُس کا نوکر دوڑتا ہوا کہ سے میں
آیا۔ اُس سے اُسے (خوش بہ خور ہوا پڑا پا پا۔ میز کے سفید کاغذ پر
خون کے کچے پھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ ایک بڑے سے پیچھے سے ان
چاروں مغلوں کو۔ یہ میرا وصیت نامہ ہے ڈھک پ تھا

وہ سپاہی

ہزاروار کو جیسے ہی وہ پیش پاتے، دونوں سپاہی اُس طرف روانہ
ہو جاتے۔

اپنی جبرکیں چھوڑ کر وہ میدان میں طرف مڑتے اور پارسے جوش کے
ساتھ قدم ہلاتے ہوئے، اس طہر سچ چلتے گویا وہ قواہ کے سناہم تھے
ہوں۔ جیسے ہی وہ مکاؤں کے آگے پہنچتے، وہ اپنی رفتار کچھ سست
کر دیتے اور۔۔۔ عینا س کی گرد بھری ہوئی سڑک کا راستہ پکڑ لیتے۔

وہ دونوں بہت قد اور بڑے چٹکے تھے۔ اپنے لمبے چہرے کو شامیں
وہ چھپ سے چھپاتے تھے اور لمبی آنکھوں میں اُن کے بازو ڈھک جاتے
تھے۔ اُن کی بال برہمن، جتنی لمبی چوڑی۔ جتنی کہ جب کبھی انھیں تیز چلتے
کو موقع آتا تو، انھیں اپنی ٹانگوں کو مٹا پھینک دیتا تھا، اُن کی سپاہیانہ
دردی کے ساتھ وہ بھی اتنا جاری تھا کہ اُن کے چہرے ڈھک جاتے
تھے وہ دونوں برہمن کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ اُن دونوں کا چہرہ
سپاہیوں کی جڑیاں، بھری ہوئی انھیں من میں گڑھے بن جاتے تھے
اُن کو دیکھتے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے زبان جانوروں کی طرح بھورا اور
گھنا ہوں سے پاب ہیں۔ اُن کی لمبی آنکھیں اُن کے نرم بول، دراپنے
چال چلن کی گواہ تھیں۔

جب تک وہ چلتے رہتے کوئی بھی ایک دوسرے سے نہ بولتا، لیکن
اُن دونوں کے دماغ میں سارے ساتے بھر دی خیالی چکر کا شارب

میں پر مقررہ جگہ پر پہنچنے کے بعد غیب شہب شروع ہوئی۔ میں چیمپینس کے چھوٹے سے جنگل کے کنارے پر اُنھیں ایک ایسی جگہ لگائی تھی جو اُس پاس کے منظر کے ساتھ ساتھ اُنھیں ان کے وطن کی بھی یاد دلا دیتی تھی۔ میں مرت اسی مقام پر بیٹھ گیا۔ اُنھیں سکون قلب غیب ہوتا تھا!

کولنس اور نیٹو سے آئے والے لڑکوں کے چہرے پر چنگر وہ رنگ اپنے سر کو چھپا رکھنے والے لبادوں کو اتار دیتے تھے اور چٹائی کا چیدہ نکھٹا دیتے تھے۔

وہ جیتھ سے جھانسن کے پل پر بھی کچھ دیر کے لئے ٹھہرتے اور پل کی برجنگ کیونکر جھلک جاتے اور دریائے سین کی خاموش رودانی کو دیکھتے بھٹکتے تھے۔ وہ وہاں اکثر دو تین منٹ کے لئے ٹھہرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ لوگ وہاں پر ٹھہر کر دور پر نظر آتے داسے چاروں کے مستحوں کو دیکھتے تھے کیونکہ وہ چار اُنھیں اپنے ملک کے سب سے نزدیک کی سند گاہ و دشمن کی طرف جاتے ہوئے نظر آتے تھے۔

جیوں ہی وہ سین کا پل پار کرتے اور اپنے کھانسن کے لئے کچھ چیزیں خرید لیتے تھے۔ کھانسن پینے کی چیزوں میں تھوڑا سا سور کا گوشت اور پس کی روٹی لیتی وہ چیزیں ہوتی تھیں جنہیں وہ اپنے رومال میں باندھ لیتے تھے۔ حزب کی ایک چھوٹی سی بوتلی بھی ہوتی تھی۔

جیوں ہی وہ لوگ گاؤں کے باہر نکلتے۔ باتیں کرنا شروع کر لیتے تھے۔ ایک وسیع میدان سے ہو کر ان کا راستہ گزرتا تھا جس میں کہیں کہیں درختوں کے چھوٹے جیسے ٹھنڈے تھے۔ یہی راستہ اُس جنگل کے کنارے پہنچتا جو دیکھنے میں اُنھیں کے وطن کے ایسا تھا۔ اس راستے کے دونوں

طرف غیبوں کے چہرے بھرے ملک سے نکلتے ہوئے جنہیں دیکھ کر ان میں سے ایک ہنسکا نام جس۔ ہتا اور سب سے کتا۔ یہ منظر بالکل ہمارے وطن چٹانی وان کی طرح لگا ہے۔

اس بالکل ایسا ہی ہے لیٹوس عذاب دیتا۔

وہ رابر تھم ہلا کر چلتے اور اس وقت ان کی آنکھوں میں ان کے وطن کا دھندلا سا ٹھکس ہوتا۔ وہاں کی ہر ایک چیز کو دیکھ کر اُس کا مقابلہ وہ اپنے وطن کی چیزوں سے کرنے لگتے تھے۔

ہر ایک اتوار کو جب وہ درختوں کے پتے ٹھنڈے کے پاس بیٹھتے تو لیٹوس اپنے بچپن کی کوئی ایسی بات چھیڑ دیتا کہ اُس کے بیان کرنے اور سننے میں ان کا جیت سا وقت مرت ہو جاتا تھا۔ اس طرح اپنے بچپن کی تیریا یاد اور ہمارے دشمن کے ذکر خیر میں ان کا راستہ بڑی آسانی سے کٹ جاتا تھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے پیارے وطن کے خوبصورت مناظر اور قریب بھول۔ طرح طرح کے پودے۔ دیہات کے چہرے بھرے کھیت گھونسنے لگتے تھے۔ اپنے وطن کے خوبصورت پھول کی جھلک کو یا یہاں بھی ان کے دماغ کو مسخر کر دیتی اور وہ لوگ اس دماغی ذخیرہ کو اس شدت کے ساتھ محسوس کرتے تھے کہ اُس پاس کے کوڑے کرکٹ اور کھاد کے ڈھیروں سے بھی اُنھیں بڑبڑاتی تھی۔

لیٹوس اور مین آہستہ آہستہ آگے بڑھتے جاتے۔ ان خیالات سے اُنھیں کچھ تسکین ملا۔ حاصل ہوتی تاہم ان پر ایک طرح کی مایوسی چھائی رہتی تھی ایسی مایوسی جو تجربے میں جنہ کس جانور کے دل پر چھائی رہتی ہو۔

اور جب تک کہ یوں اس کا سشی سے کھینا بندہ ہوتا وہ لوگ بھلے
کے کنہ سے اس مقام پر پہنچ جاتے تھے وہ ہر اقدار کو دیکھ کر کھانا
کھاتے تھے۔

وہاں وہ لوگ اپنی ان دو اینٹوں کو ڈھونڈتے تھے جنہیں وہ
واپس مانتے وقت بھاریوں میں چھپا جایا کرتے تھے۔ وہ سوچ کر بولی
تھڑیاں اٹھ کرے آگ شعلہ لگاتے اور اپنی نظموں کی نوکریں رکھ کر سویرا
گوشت پکاتے۔

جب وہ لوگ ڈٹ کر کھانا پکھتے تو وہیں آنکھیں بند کر کے کھاس پر
چپ چاپ دراندہ ہو جاتے تھے۔

نیز یہاں وہ پہر کو وہ لوگ رہ رہ کر بھانسنے کے کاؤں کی طرف
دیکھنے لگتے کیونکہ وہی وقت تھا جب کہ اُدھر سے ایک لڑکی اپنی گائے
کو پیٹنے آتی۔

وہ لڑکی گائے کو دوہنے کے لئے جاتے وقت اور گھیرے میں
بند کر لے جاتا۔ وقت اُن کے پاس سے سو کر گزرتی۔ اس کی گائے سلنے
کے بعد اُن میں چھٹی رہتی تھی۔

دو ہی سے وہ اس لڑکی کو بھانسنے دیتے تھے۔ اس علاقہ میں
ایک وہی قوم تو رہی۔ دور سے ہی اس کی دودھ کی پالنی آجیب
وہ لوگ سویرے کی کڑوں سے چھپاتے ہوئے دیکھتے تو ان کے دل خوش
کے مارے ناچ اٹھتے تھے۔ وہ اس سے کبھی بات بہت ذکر کرتے تھے
تا دم۔ ہاں کیوں وہ اسے اچھ کر بہت ہی عرض ہوتے تھے۔

وہی اور جس سے جو صف بدن کی مضبوط لڑائی تھی۔ اس کے سترے
بل رہے وہاں لال دکھائی دیتے تھے اور اس کا سنن دو بالا ہو جاتا
تھا۔ کبھی آپ وہاں ہی رہتی وہ ویس ہی جیسے نوت کو بڑی طرح مہلتی تھی۔

ایک بار اُن لوگوں کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھ کر وہ بولی "آج کا دن
سہارک! تو کیا آپ لوگ ہمیشہ یہاں آکر رہتے ہیں انہیوں نہ؟"
یوں اس جوان دونوں میں زیادہ بہت در تھا جو وہاں ہم لوگ
اپنی پھنٹی کا دن گزارنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔

اس دن فقط اتنی ہی بات چیت ہوئی۔ لیکن دوسرا تو اس کو جب
اس سے اُن لوگوں کو دیکھ کر جس پڑی اس کی ہنسی اس چالاک عورت
کی سی تھی جو کسی سے شرمیلے پن کو تا ڈکر اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے
چھتے۔ اس نے بولی "تم کیا کر رہے ہو؟ کیا گھاس کا بڑھنا دیکھ رہے ہو؟"
یوں اس سے اسکو اگر پہلے روانی کے انداز میں کہا "جو سنا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ لیکن گھاس تو اتنی جلدی نہیں بڑھتی کہ اس کا دھنا
بھی دیکھا جاسکے۔" اس نے کہا۔

"تجھا ایسا ہے؟" اس نے پوچھتے ہوئے کہا۔
وہ ہل گئی لیکن اس مرتبہ جبکہ وہ دودھ کی پالنی سے کڑی تھ وہ
اُن کے پاس آکر کڑی ہو گئی اور بولی "کیا تھوڑا دودھ ہی ہے؟ یہ شخص
تھارے ٹھکر کی یاد دلائے گا۔"

بیشیت جب انسان اور انھیں کی طرح ٹھکر سے دور ہونے کے
باعث وہ اُن کے ساتھ اس طرح بھڑکی سے پیش آتی تھی۔
وہ دونوں بھی انکار نہ کر سکے۔

اس نے۔ وقت تمام کی شراب کی خالی بوتلوں میں پنی پانی
سے خوراک اور دودھ اٹا لیا۔ پینے یوں سہل ہوا۔ وہ دودھ کے چھوٹے
پھوسے ٹھونٹ لپٹا اور ہر ایک گھونٹ کے بعد تھکی کو دیکھتا جاتا تھا کہ
کیسے وہ زمین کا حصہ بھی خالی جاسے۔ پھر اس نے زمین کو تھکی پکڑا دی۔
وہ سارے ٹھکر کی تھی اور اس کے ہاتھ کھڑے۔ وہ دودھ کی پالنی

دروازے کے پاس تھی اپنے اخلاق سے وہ نہیں کچھ آرام دے سکی اس سے وہ بہت خوش تھی۔

"مجھ آئے دوائے اوارنگ کے لئے رخصت ہو کہتی ہوئی چلی گئی۔ جب تک وہ نظر آئی رہی وہ دونوں آئے دیکھتے رہے آئندہ تو کو چرک سے بچنے کے لئے ہوسٹل میں سے یونس سے کہا کہ جس اس رانگی کے سے کوئی چیز خرید کر لے جانا چاہئے کیا یہ خیال اچھا نہیں ہے؟ اور اس رانگی کے سے کوئی خوب صورت سی پیرنگ کرنا ان لوگوں کے نزدیک ایک مسئلہ بن گیا۔

یونس سے کسی ٹیکس چیر کا نام ملا۔ لیکن جین جرمینی چیروں کا شوقین تھا سٹائی لے جاسے پر مزار کو رہا تھا۔ بااثر ایک دکاندار کے پاس سے انھوں نے ایک چم کی پیرنگ کی مال لال گولیاں خریدیں۔ اس بار انھوں نے اپنا کھانا پینا وقت سے پہلے ہی ختم کر لیا۔ اور بڑی پیچیدگی کے ساتھ اس کے آگے کا انتظار کر لے گئے۔

جین نے اسے پتہ دیکھا اور جلدی سے کہا "وہ آ رہی ہے۔"

"ہاں وہی تو ہے" یونس نے کہا۔

انھیں دیکھ کر وہ جلدی سے پہنچ گئی اور چلا کر پوچھا "کیسے ہیں؟" اور اس نے اس سے ان لوگوں سے بھی پوچھا "آپ کیسی ہیں؟" تب وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ سیدھی سادھی اور معمولی باتیں جن میں کہیں دو ٹوٹی کوڑا لٹکتی آرائش۔ کبھی وہ دوسری چیر چا کر کئی کبھی دھان کی تو کبھی اپنے کاروبار کی۔

ان لوگوں کے چہنچہ دینے میں کھانا حلوم برتا تھا وہ گولیاں جین کی جیب میں چھپی ہوئی تھیں۔

آخر کار یونس نے بہت کر کے کہا "ہم لوگ تھکے ہوئے ہیں۔"

"وہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

اس نے جین سے ٹھٹھا کرنا شروع کیا۔ وہ کاغذ اپنی جیب سے نکال کر گولیوں کی بہت سی کے حوالے کر دیا۔

وہ بڑی سستی اور بھولے پن کے ساتھ انھیں جین میں رکھ کر ادھر ادھر کر کے پھرتے لگی۔ دونوں سپاہی سامنے بیٹھے ہوئے اس کی سادگی اور آٹھاپن پر حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

اس کے بعد وہ اپنی گاسٹ دھپنے کے لئے روانہ ہو گئی اور کچھ وقت انھیں پھر دودھ دیتی تھی۔

بہت جلد ان کے دل و دماغ پر وہی چھاتی رہی۔ وہ لوگ بار بار اس کا ذکر کرتے تھے۔ بگے اوار کو وہ نیا وہ دینک ان کے پاس بھی بیٹھوں ایک حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور بڑے مزے سے چہنچہ کر کے کھاتے تھے۔

انھیں کی کتنی ہی مزیداریاں تھیں ان لوگوں نے ایک دوسرے کو کھانسی کر کے دیکھا۔

گرچہ وہ لوگ سب ہی جوان تھے اور وہ بھی جوانی کی جو کھٹ پر قدم رکھ چکے تھے لیکن اس وقت باتیں کرتے کرتے وہ تینوں بچے بنے جا رہے تھے۔

وہی سادگی وہی بھولہ پن اور باتوں میں وہی تازگی ان کے لئے جب دیکھا کہ اس کے لئے بڑے کا وقت نکلی گیا۔ اور چھٹی کوئی نہ آیا تو وہ زور سے پھٹکی کر پائس منے پہننے لگے۔

آج تو رانگی نے ان کے ساتھ کھانے پینے کی استعداد بھی فوراً انہوں کو لائی۔ وہ برادری کے لئے اپنی جیب میں یہ پیرنگ لٹائی کیونکہ اس کی فصل آگئی تھی۔ اس کی سوجھ بوجھ میں وہ دونوں سپاہیوں میں نئی روح پھونک دیتی تھی اور ان کے آگے ہی وہ دونوں پڑیوں کی طرح چمکنے لگتے تھے۔

ایک دن یونیس نے پچھلی دکانی - ایک اُس نے اس طرح کی جھٹی کھلی
 - لی تھی - رات کے دس بجے تک وہ سوٹ کر کے کہیں نہیں آیا
 - آئندہ تو رکو جب وہ چین کے ساتھ ہیٹھ کی طرح اُس محل کی
 - طرف د - جو تار کی بات چیت افسل ہو رہی تھی - اور اُس کے سوٹ کے
 - ایک طرح کا جینی پین معلوم ہوتا تھا - وہ بہت ہی مشکل سلوم ہوا تھا -
 - مین اس بات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ نہیں سکا تھا لیکن سادہ سادہ اور ڈیگ
 - تھا کہ اس میں کچھ کا لاپہ - لیکن اس بات کیا ہے - یہی سمجھنا
 - جب تک وہ لوگ یہی طرہ پر پہنچے - ایک دوسرے سے ایک لفظ بھی
 - نہ بولے - آج ان کے کھانسنے پر وہ بھی وہ لفظ نہیں آیا - شاید ان میں سے
 - کسی کو کچھ کھانسنے کی خواہش تھی - تھی -

کچھ ہی دن بعد رکی آتی ہوئی خزان - ہیٹھ کی طرح وہ لوگ ٹھکی پائے
 - اس کو دیکھتے رہے - سب وہ قریب آگئی تو یونیس نے اُس کی طرف
 - بولا - اُس نے اپنی بات کہی وہی - کھڑی اور اُس کو خیرم کیا - وہ نے وہ توں
 - بازو اُس کے گلے میں سما کر کے ہونے وہ وہ - وہ - اسے خیرم - یہی تھی -
 - چین کا اسے فور بھی نہیں تھا شاید اُس کی موجودگی کے اسے وہ دیاں
 - د تھا - وہ وہ توں - اس طرح کا رہتا کہ رہے تھے گویا وہاں جبرائیل تھا کیا
 - ہیں

- اور قریب چین اُس کے اس پرانے اور اس میں - کچھ - ان
 - رتی بھر بھی نہ کچھ کا چیرت بیٹھا تھا - اُس کا مارا پیسے پکڑا کھا رہا تھا -
 - اور وہی کھڑا کھڑا ہوا چارہ تھا -

وہ وہ توں ایک طرف پاس ہی پاس بیٹھے تھے کہ رہے تھے -
 - چین نے اُس کی طرف دیکھی بھی نہیں - اب اُس کی کچھ میں آگئی کہ ہفتہ
 - میں دوبارہ چھٹی سے کہ اس کا ساتھی کہاں گیا تھا - اُس کے دل کو سمجھت

چوٹ پہنچی اور وہ ایک کاری زخم کا احساس غنڈت کے ساتھ کرنے لگا -
 - ہزاروں پچھوٹوں کے ذمہ کی طرح اپنے ساتھی کا دغا کرنا سے تکلیف
 - دیتے لگا -

وہ راکہ اور یونیس دونوں گانے گانے کے لئے وہاں سے پہلے پرچا -
 - چین ان کی طرف دیکھتا ہی رہا - وہ انھیں ایک ساتھ پہننے پر سنے
 - دیکھ رہا تھا - اُس کے ساتھی کی لال برہیں دھوپ میں چمک رہی
 - تھی - یونیس نے ہی گانے کو موڑا اور اُسے نے جا کر خود ہی ہاندھا
 - بھی -

راکہ اُسے وہ پہننے کے لئے بیٹھی - اور یونیس کھڑا کھڑا اُس کی
 - گردن سے تار رہا - تب ان لوگوں سے بائیں کو رہیں ٹھیک کر رکھ دیا
 - اور جگہ کے اندر ہوئے -

یہیں کو رہاں کھڑا تھا اُس ہی ہائی ہوئی نظر آتی تھی - وہ لہو - لہو
 - سخت تکلیف کا احساس کر رہا تھا - اتنی سخت تکلیف کہ اگر وہ کھڑا ہوتا
 - تو شاید پکڑ لکھا کہ وہیں چمٹ کر پڑتا -

وہ چپ چاپ وہیں بیٹھا رہا تکلیف - اور چرت سے اس بات
 - کہیں وہ نہ زور - زور سے رونا پڑتا تھا تو کسی جگہ کہ جگہ میں چپ
 - جانا چاہتا تھا تاکہ آئندہ وہ کبھی کسی کا نہ نہ دیکھے -

وہ دیکھتا اُس سے ان لوگوں کو جگہ سے باہر نکلے دیکھا - وہ باتہ میں
 - باتہ سے ہونے آہستہ آہستہ وہاں ٹوٹ رہے تھے جیسا کہ نوشادی شدہ
 - جو اُسے کڑک کر سنے ہیں - یونیس نے وہ وہ کی بات اٹھائی -

پھر وہ سنے سے پہلے انھوں نے پھر ایک دوسرے کو سوسدیا - اور
 - بڑے نہ اس کے ساتھ اس جھڑے بھڑے فور - کچھ کہہ کر اُس کی ٹھٹھ پڑی
 - جلتے جاتے وہ چین کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھتی گئی - اُس دن

رستی کا ٹکڑا

گلابتہ کی طرف چاہتے ہو وہ ہم سڑکوں پر نہ جا سکتے تھے۔
جاسکتے ہوئے نظر آتے تھے، کیونکہ وہ بار بار گزرتے تھے۔ کبھی تو سڑک
پر رہتے تھے۔ یہی ہی دور تھی، گلوں و جب وہ آگے کی طرف
جھکتے تو ان کے سر سے آگے کی طرف جھک کر گزرتے تھے۔ موسم تو اتنا
سخت ٹھنڈ کی وجہ سے ان کے بدن کا ڈھانچہ بگڑا تھا۔ جب وہ
لوگ اُن چلتے سہانے گلوں سے وہ سب سدا بہار کے درختوں
کو چڑھ جاتا اور گزرتے ہوئے وہ ان کے کانوں پر دھرتے اور گھٹتے
جھٹکتے جاتے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے شرم سے چھپتے تھے
چنانچہ اسی طرح کی ٹھنڈ ٹھنڈ کی وجہ سے غریب دیہاتوں
کے بدن کا ڈھانچہ بگڑا تھا اور تھوڑے تھوڑے دنوں کے
چلتے گھٹتے ٹھنڈ کی وجہ سے اس طرح جھک رہے تھے کہ ان کے
دائیں سے رنگ دیا ہو۔ ان کے گلے و کندھوں پر دھنکے
کی کڑھائی تھی۔

یہ لوگ ان گانے اور بیویوں کی بنیاد پر نہ رہتے تھے بلکہ
ان کی عورتیں ہی تھیں۔ زیادہ عورتیں سسرال
پر گزرتے ہوئے تھیں۔ ان میں سے کئی تھیں۔ ان کے
سکائے ہوئے نظر آتی تھیں۔ اپنے شوہروں کی سبب وہ ہوسے
بھوسے لیکن تیز قدم رکھ رہی تھیں۔ وہ ہموں، ٹپلی، سلی بین سیدھے
بدن والی تھیں۔ انھوں نے انہی چھٹی چھٹیوں پر چھوٹے چھوٹے
شال لپیٹ رکھے تھے۔ ان کے سر پر ایک سفید کپڑا لپیٹا تھا اور

اس پر انھوں نے ٹوپیوں پہن رکھی تھیں۔

اسی وقت ایک عورت اس گاڑی میں آگے زور کے دھکے لگ رہی تھی کہ
تھکنے لگا تھا۔ پہلے وقت اس گاڑی میں آگے زور کے دھکے لگ رہی تھی کہ
ان سے بچے کے لئے اس میں بیٹھے ہوئے دو آدمی اور ایک عورت اس
گاڑی میں آگے ہوئے گاڑیوں کو گس کر پکڑ رہے تھے۔

گاڑیوں کے چوک میں آدمیوں اور جانوروں کی بھیڑ بھی تھی گاڑیوں
کے سینگ پر ایسے گاڑیوں کے اوپٹے اوپٹے ٹوپی اور چوڑوں کے سر کی
ٹوپیوں پر اس جہز غیبر میں وہ نظر آتی تھیں۔ شور مچا رہی تھیں۔
کبھی بھاڑا تو کبھی کبھی گاڑیوں کا بیڑا تھا تو کبھی کبھی کاروں۔
اگر ایک طرف بھڑا رہے اور گاڑی نہیں چلتی۔ یہی تھیں تو دوسری طرف صرف
اور غیباں شور مچا رہی تھیں۔ اس بھگدڑ میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ
تھے جو یا تو گناہ تھے یا تو اسلئے اور ان کی ضرورت کی چیزوں کا بھی
وہ بازار تھا۔ ان کے ساتھ ہی دو دو اسٹال اور چاندروں کو
خود مختار کر کے دھکے دیا گیا اور ان چیزوں کی تیز رفتاری
آ رہی تھی۔

بچے کے ساتھ اچکارن ابھی ابھی گاڑی چلتے ہوئے تھے اور
بچوں کی طرف جا رہی تھے کہ انھوں نے ایک رستی کا ٹکڑا لپیٹا
لیکھا۔ دوسرے رستوں کی طرح۔ سڑا اچکارن بھی کفایت شہر تھے
انھوں نے سوچا کہ کوئی بھی چیز جو کام آ سکتی ہے ضرور ہی اُن
پیشہ چاہئے۔ ان کے تو سبھی ہی ایشیائی تمام وہ بچے بچکے۔ وہ یہ
تھی کہ انھیں گھنیا کی بیماری تھی۔ انھوں نے رستی کا ٹکڑا اُن
بچوں پر آگے پھینکا شروع کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ سبھی بچے
اپنے اور ان کے گھر ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان دونوں میں

جارت کے بول کا کہہ کھانے والوں سے کچھ کچھ بھر اہوا تھا۔
بول کے بے چارے، احاطہ میں طرح طرح کی گاڑیاں تھیں۔ سب گاڑیاں
ختم لمبی گاڑی، دور گھیاں وغیرہ سبھی طرح کی گاڑیاں موجود تھیں۔
وہ سب گردے سے ملے ہی تھیں۔ ان میں کچھ سی نہیں دیکھ کرانی اور
کچھ تو بے نام ہو چکی تھیں۔

کھانا کھانے والوں کی میز کے سامنے ایک بڑی سی شیشی تھی
جو داہنی طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو گرمی پہونچا رہی تھی۔ کھانے میں
خاص کر تین ہی چیزیں تھیں، مرغی کا گوشت، کبوتر کا گوشت اور
ضور کا بھنا ہوا گوشت۔ یہ چیزیں اس عمدہ طریقہ پر تیار کی گئی تھیں
کہ انہیں دیکھ کر کھانے والوں کے منہ میں پانی آ رہا تھا۔ اس پائس
کے سارے زیند۔ اس بول میں، سبز جارتوں کے ساتھ کھانا کھا رہے
تھے۔ اس بول کا مالک جارتوں گھوڑوں کا تاجر اور ایک چالاک
آدمی تھامس کو محض روپیہ پیسے سے کام لیتا۔

کھانا پڑھنے والے آئے اور اپنے ذہن خالی کر کے چلے جاتے
تھے۔ یہیں حال سبب کی شراب والے کا بھی تھا۔ ہر ایک آدمی اپنی اپنی
مریہ فروخت کی باتیں کر رہا تھا۔ کئی آدمی فصل کے بارے میں بحث
کر رہے تھے۔

کچھ ایک انھیں مکان کے احاطہ میں ڈھول کی آواز سنائی دی
چند ایک کو چھوڑ کر باقی لوگ کھانے کھانے ہی بیٹھے کے لئے دوڑ پڑے
جب ڈھول بجانا بند ہو گیا تو وہ دہلائے گاڑ رہنے کے لوگوں اور عام
پیادوں کو یہ مطلع کیا جاتا ہے کہ بیٹھے ہوئے کے رستہ پر سوار ہو کر
دس بجے کے درمیان ایک اٹرو میں میٹھا پختہ سو فرما کر اور کچھ فروری
کا فرائٹ کے لئے کھو گیا ہے جس سے اس کو بلا ہو وہ فوراً ہی جا کر یا تو آئے

بہت دیر ہوئے، انھوں نے اس کے لئے کسی سامان کا سودا کرتے ہوئے بھگوا
ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ تو ہی ہی پیشہ ایک وہ سوسہ کو بھاڑ کھانے کی فکر
میں رہتے تھے اس لئے اب تک اس میں کیا دھوسا تھا۔ ان کے دشمن
سے انھیں ہل رخی کا ٹکڑا بھجوا دیں سے آٹھانے دیکھ لیا یہ معلوم کر کے
وہ مارے خرم کے زمین میں گر پڑے۔ انھوں نے اس چھوٹے سے ٹکڑے
کو پھٹے کر کے سبب وں پھر تلون کی سبب میں چھپانے کی کوشش کی
اس کے بعد وہ زمین پر پڑے ڈھول بھنے کا سامان کر کے گولڈن کی کوئی
چیز گر ڈی ہے۔ اس طرح ادھر ادھر دیکھ کر اور دو تین بار زمین پر
بھٹک کر وہ بازار کی طرف چلے گئے۔

کے چل کر وہ کسی بھرا میں چھوڑی طرح بول بھاڑ میں مشغول
تھی غائب ہو گئے۔ کسان گاہوں کو دیکھ کر ڈور پھٹ جاتے اور پھر
ٹوٹ آتے۔ ایک دم سے بھاڑ کر کے گاہوں کو خریدنے کی ہمت ان میں
نہیں۔ درود بڑی خوشیاری سے فروخت کر کے دلوں کے ہر سے کا
ملا کر لے جاتے تھے۔

حرمیں نوکریوں کو نہ بیروں کے پاس رکھ کر مرغیوں اور
بھٹوں کو باہر رکھے ہوئے تھیں اور جارتوں کی ٹانگیں بندھ کر ہوتی
تھیں اور وہ بھرا سے آئے اور دیکھ رہے تھے تو بھرا
کے وقت چلے تو وہ اپنی ہی جانی ہوئی قیمت پر آ رہا تھا۔ لیکن سب
غریب ارگے ڈھنے تھا تو ایک اس کی متحرک ہوئی جیتھو دینے
کو تیار ہو جاتیں۔ ہر ایک دم سے چلے پڑتیں اسے ہانپنے کا سبب
اسنے ہی دعووں میں لے جاتے۔

رات رات چوک خالی ہو گیا۔ دوپہر ہو چکا تھا۔ جو لوگ دور دراز
کے گاؤں سے آئے ہوئے تھے انھوں نے سارے میں قیام کی

"ہاں ہاں میں کروں گا۔ یاد میں ہے کہ ماسٹر ہاسلہ بریک" کو واپس کروں گا۔ آگے جس فراہم انجام دیا جائیگا۔"

"مناوی کر سکتا ہو" کے ڈھنگ کیا۔ دور سے ایک بار اس کے ڈھول بجائے اور اوپر کے علاقہ پر اس کی آواز چلتی دی۔"

اب سب لوگ اس بات کی ہر چار کر سکتے۔ کوئی کسا بڑا دل نہ لگا اور کوئی کت نہ لگا۔ کھانا بین جس میں رہا تھا۔ جب وہ لوگ کافی ہلی رہے۔ اس وقت وہ نہیں انہیں بھی وہاں آدھکا۔

"ہر سب کے ماسٹر ہاں چکارن کہاں ہیں" اس نے درخت کیا۔ میرے دوسرے سرحد پر پہنچے جو سنا ماسٹر ہاں چکارن سے جواب دیا۔ "میں ہوں۔"

انہر کے ڈھول "کیا آپ براہ مہربانی میرے ساتھ اسی وقت لوٹ والے ہیں؟" سیر سب سے جا میں کرنا چاہتا ہے۔

یہی رہا رہا تھا۔ سیر سب سے گھر کو ایک ہی دھولیں غراب کا پھونکا سا محاسن خالی کر رہا اور گھر کو گھر دیا گیا۔ اس سرحد پہنچے وقت وہ سو پر سے بھی زیادہ ٹھنک گیا۔ رات وہ اس سے مارے بھارے کی کرٹ گئی۔ وہ ڈھولتا ہوا روانہ ہو۔ "میں نہیں ہوں" میں نہیں ہوں۔ اور وہیں انہر کے ٹھنکے پیچھے چلا گیا۔

مناوی ہاں میں میں ہر سب سے کا غنڈا کر رہا تھا۔ وہ پاس ہی علاقہ کار چنے والا ایک زمیندار تھا۔ وہ لپٹا چوڑا اور بہت ہی بنجیدہ صورت تھا۔

"ماسٹر ہاں چکارن" اس نے کتنا سرد کیا۔ "آج سہرے سے پہلے اس کی سرحد پر نہیں ماسٹر ہاسلہ بریک کا کھوٹا ہو۔ جوہ انہر سے اسے دیکھا گیا ہے۔"

میں نے اس علاقے غریب ہاں چکارن کے قلب کی حرکت ہی بند کر دی۔ وہ بھونچکا سا اس کی طرف دیکھا رہ گیا۔

"کیا! کیا! کیا! آپ سے؟" میں نے سوہ "ٹھیک ہے۔"

"ہاں ہاں انہیں سے؟" خدا۔

"میں جان سے کہت ہوں کہ میں سے اسے دیکھ بھی نہیں۔"

"میں نہیں، خدا سے دیکھا گیا ہے۔"

"خدا سے دیکھا! کس سے؟"

"میری بیٹہ سے۔"

"تب تو سب کو ادا کیا۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ اور غصے سے

دل پر کر دیا۔ اس سے پہلے انہر سے دیکھ رہا تھا کہ میں کا!

بہ شک اس نے سب سے رسی کا ٹکڑا انہر سے دیکھا تھا۔ دیکھنے صاحب

دس کا ٹکڑا" اور اس سے عجیب خوش کر رہی کا ایک ٹکڑا نکلا۔

لیکن میرے عدم اعتماد کا انہر کہتے ہوئے سر ہلایا۔

"ماسٹر ہاں چکارن" تم مجھے جو حوت نہیں بنا سکتے۔ وہ شخص جو

قابل اعتماد ہے" اس رسی کے ٹکڑے کو لے کر جوہ "خدا سے کی بات

نہیں کہہ سکتا۔"

ماسٹر ہاں چکارن کا چہرہ متاثر کیا۔ اس نے اپنے "ہب کو بے گنا

ثابت کرنے کے لئے "خدا کر دہرے کہا۔" پھر بھی خداوند کریم کو

حاضر نہ تھا جس کر میں کتا ہوں کہ کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی بات

سچ ہے۔ جو سے سچا میں ہی ہے۔ اگر میں بھوٹ ہوں وہاں تو بھگے

بھی نکلتے۔"

سیر کئے "جوہ" خدا سے بددی خمر ٹی ویرنگ وہاں کچھ میں دھرم

آدھ ڈھونڈا سنے ہوئے کہ میں کچھ نہیں وہ دیکھا ہو۔

دن بھر وہ ایسی صدائی کے گیت گاتا۔ ۲۔ وہ پہلے والوں کو روک روک کر وہ اپنا قصہ سناتا۔ بومل یا خراب خانوں میں پہنچ کر کھائے چہنچہ والوں کو سخت رنجور کرنا۔ اگلے دن اور کو گر جاکھ سے باہر نکلے پر بھی وہ یہی قصہ سناتے تھے۔ یہ وہ جلسوں سا نظر آئے گا لیکن اپنے کو بے گناہ ثابت کر کے کہیں کہیں یہی باتیں ہی تھیں اس کی باتوں سے لوگ خوب گھبراہٹ لیتے۔ اس کی باتیں ان کی دلچسپی کا سامان بن گئی تھیں۔ وہ اسے چہرے پر اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ اب بھی اس پر شک کرتے ہیں۔

گلے بچے کو وہ پھر ڈاڑھ سے کے بار میں گیا۔ اپنا قصہ سننے کی آرزو ہی اسے کھینچ کر اس بار وہاں سے گئی تھی۔ چہنچہ دروازہ پر کھڑا ہوا جیلینڈر اس سے دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ وہ کیوں ہنس رہا تھا؟

کہیں کے ٹوٹ کے ایک کسان کو غلطی طبع کر کے وہ اپنا قصہ سناتا رہا تھا۔ وہ کسان اسے سننے نہیں چاہتا تھا نہ پھر اس سے کہہ بیٹھ میں ایک کھوٹا مار کر اس سے کہا: "دور ہو کھانا پکھا"۔

"جا جا جا پکاراں میراں" وہ گیا اور ایک طرح کی بھیجی لمبوس کر کے لٹا۔ اس کو سنا کر کچھ کہہ گیا: "جا جا جاں کے ہوٹل میں جب وہ جا کر بیٹھا تو پھر اپنی کہانی سناتے گا ایک کھنڈ سے" سے پکارا "اور آؤ بیٹھے کھوسٹ" دھڑا۔ میں تیری رسی کا حال جاٹا ہوں، دھڑا۔

"پکاراں سننے لگے ڈک ڈک کر کہا" لیکن وہ - وہ بھوہ توں گیا۔ "بابا اور اسوچت کھو کر کہو۔ ایک بات ہے اور دوسرے کے ذریعہ توڑا دیتا ہے۔ یہاں تو یہی قصہ ہوتا ہے۔ اگرچہ میں اس بار سے میں کوئی بھی نہیں جانتا لیکن میرا تو تم پر ہی شک ہے" ایک دوسرے شخص سے کہا۔

اس طرح ہوتے کہ پھر چٹ پھونکی بالآخر وہ کچھ گیا کہ لوگ ابھی تک شک کرتے ہیں کہ بڑا بچہ کو ہی ملتا تھا لیکن میں نے دوسرے کی معرفت اس کو ٹوٹا دیا ہے۔ اس نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی باری کو شیش کی لیکن وہاں کے سب لوگ اور زیادہ ہنسنے لگے۔ لوگ اسے چڑھا کر اتنا زیادہ پریشان کرنے لگے کہ وہ بغیر کچھ کھانے ہوئے ہوٹل سے نکل آیا۔

شہر سندھ اور دہلیں جو کچھ ٹکھایا ہوا وہ اپنے گھر ٹوٹا یا کسی حالت پاگلوں کی سی ہو رہی تھی۔ اس میں اتنی چالاک کی ضرورت تھی کہ بڑا بچہ کر کے بھی وہ اپنی تنہائی کی ڈینگ ہانک سکتا تھا اور اپنے کو پار سناں بت کر سکتا تھا۔ اس سنے سے اور بھی سچ تھا کہ نہ تو وہ بڑا ہی اس کے ہاتھ لگا دے۔ وہ لوگوں کا شک ہی دور کر سکتا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ اپنے کو بے گناہ ثابت ہی نہیں کر سکتا تھا۔ لوگوں کی نگاہ میں وہ یوں بھی بہت چاہا نہ بکھا جاتا تھا۔ اس نے زبردستی لگائے گئے اس الزام سے وہ تھکا اٹھا۔

جیوں جیوں دن گزر رہے جاتے، آٹا چاہتے تھے کہ بڑھاتا جاتا تھا۔ ہر مہینہ نئی نئی دلیلیں اور حقوق ثبوت پیش کرتا تھا اور پہلے سے بھی سخت نہیں کھاتا جن کے بارے میں وہ رات ہی کو سوچ رہا تھا۔ دن رات اس کے دماغ میں کھن رستی کا قصہ ہی گھومتا رہتا تھا! لیکن لوگ دن بدن اس پر بہت کم اعتبار کرتے چلتے تھے۔ "بھوٹا آدمی ہی اس طرح کی قصیں کھاتا اور دلیلیں پیش کرتا ہے" اس کی صحبت میں لوگ کہتے۔ اس کے کانوں میں بھی لوگوں کے یہ الفاظ گونج آتے تھے۔ وہ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے اپنی بوری توٹ صرف کر رہا تھا لیکن اس کی ساری دلیلیں اور کوششیں بے کار ہو جاتی تھیں۔

تھیں۔ وہ دونوں بدن گزور ہوتا جا رہا تھا۔ سسر سے آسے چڑھتے رہتی
اور رہتی؟ اس کا دل بڑا خراب ہوتا جا رہا تھا۔

دسمبر کی آخری تاریخوں میں وہ چار پانی پر پڑ گیا اور جنوری کے
پہلے ہی ہمت نہیں اُس دنیا سے اُٹھ گیا۔ بیماری سے دونوں میں آسے
سرسام کی بیماری سے آدو چا تھا۔ تب بھی چنے کو بنے گناہ ثابت کر سکتے
کے لئے وہ برابر کھتا رہتا تھا۔ رہتی کا ایک ٹکڑا... محض ایک بھوٹا
سا ٹکڑا۔ عظمیٰ جیہ ۰۰۰۰۰ ہے رہتی کا وہ ٹکڑا موٹے میٹر؟

دو ماہی گیر

ویرس کا چاروں طرف سے دشمنوں سے گھر رکھا تھا۔ رسد کا آخری
دان بھی ختم ہو چکا تھا۔ چڑیاں بہت کم نظر آتی تھیں اور چھوٹی سی ختم
ہو رہے تھے کیونکہ اہل خیر انھیں بھی مار مار کر کھا رہے تھے۔

وہ جنوری کی سنہری صبح تھی۔ کھڑی ساز مار سیٹا، خیر کی ایک
بیرونی صڑک پر ایسے آدو رکوت کی جیب میں ہاتھ ڈالے خود کا پیٹ
پر شرمہ سا چل جا رہا تھا۔ اتنے ہی میں دفعتاً اپنے ایک پڑائے ساتھی
سے اُس کی ملاقات ہو گئی۔ اُس کا نام سادو بیج تھا۔ جس سے برسوں
پہلے دریائے سندھ وہ بڑا تھا اور اب ہر اتوار کو پھلی پکھلے جاتا تھا۔
جنگ شرمہ جیسے سے پہلے مار سیٹا ہر اتوار کو علی الصبح ایک

ہاتھ میں پھلی پکھلے کا کاشا، دوسرے ہاتھ میں جالی کے کر اور اپنی
برسٹ پر دن کا چھوٹا سا بیس لٹکا کر دریائے حوت میں غل جاتا تھا۔ جوں
ہی وہ دریائے کنارے اپنی جیب کی جگہ پر چھو پھتا، پھلی پکھلے کا
کام شروع کر دیتا تھا اور پھر شام تک اُس کا یہی پروگرام رہتا تھا۔
وہیں ہر اتوار کو اس کی سادو بیج سے ملاقات ہوتی۔ سادو بیج
ناؤ پر اُس میں پکڑے کا تا جرتھا۔ پیسہ تو ہٹا تھا لیکن مسرت آدمی
تھا اور پھلی پکھلے سے اُن کا یہی ہوشیار تھا جتنا کہ مار سیٹا۔

اکثر نصف دن تک وہ لوگ ایک ساتھ رہتے۔ دونوں پانی
میں بچ لٹکائے ہوئے پاس ہی پاس بیٹھتے۔ بیشک کبھی بات چیت کر لے
اسی طرح دونوں میں خاموش دوستی کا آغاز ہوا۔ کچھ دنوں تک وہ
اسی طرح خاموش رہے۔ لیکن جب دونوں میں بات چیت شروع

ہوئی تو ان میں ایک دوسرے سے شوق جلتی اتنی باتیں تھیں کہ وہ تھوڑی
طرہ پر ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ بسنت کے دنوں میں
جب صبح کا سورج اُن کی پشت کی طرف رہتا اور سارے دریا پر
نکھر اچھا بڑھتا ہے، دو فوف خولیں، مٹی گر آئے والی گرمی کی
قدرت محسوس کر سکتے۔ تب دریا بٹا اپنے ساتھ سے کئے گئے گنتا
”اما، کتنی شہنائی بجا آ“

— اور سادھج اُسی کی آواز میں آواز ملتا، اس سے اچھا
کہا ہو سکتا ہے۔
دونوں کو کہنے اور تحریریں کر سکتے کے لئے اس سے زیادہ الفاظ
کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

— یا جانے کی شام کو جب ڈوبنے والے سورج کی اودھ
کروں سے سارا آسمان لال ہو جاتا اور دریا کی پتہ سکون سطح پر
بادلوں کا نورانی عکس پڑا کر ایک دلغزب سا پیدا کر دیتا اور
سارا آسمان سرخ ہو جاتا اُسی وقت دونوں دوستوں کا چہرہ
بھی سرخ ہو اُٹھتا تھا۔ اُس گھڑی سادھج آنکھوں ہی آنکھوں
میں مسکرا کر کہتا ”اوہ کتنا دلغزب منظر ہے یہ آ“

— اور اپنے کانوں پر سے اُنکے اُٹھائے بغیر ہی ماریاٹ
ہو۔ جب دینا ”بیرس کی گھنڈی سڑکوں سے کہیں اچھا کیوں آ“
”اس مرتبہ جیوں ہی انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا
اُن کی آنکھیں چمک ”ٹھیس“ پاس آتے پر انھوں نے بڑے تباہ
سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔ اس طرح کے انوائف
حالات میں جوئے والی طاقت سے متاثر ہو کر سادھج نے ایک
سرد آہ بھج کر کہا ”کیس تو کھی ہے دنیا کی حالت“

ماریاٹ جو آواز دے اور تڑا حال سا ہو رہا تھا بولا ”اور کوسم
بھی کیسا ہے! اس سال کا یہ تھا وہ ہے جب موسم اُٹا سہانا ہو
— پتھر اُٹا سہاں صاف اور نیلے دریا تھا۔ سورج بھی
چمک رہا تھا۔ صحبت زدہ اور نیلے ڈوبے ہوئے وہ دونوں
ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ماریاٹ بولا ”ہمارا چمک پڑا اُٹا اور اُچھے سنہرے دن تھے
ہمارے بھی آ“

وہ لوگ کافی کی ایک چھوٹی سی ڈکان دیکھ کر ٹھہر گئے۔ دونوں
نے ایک ایک پیالی کافی پی اور پھر رو رو کر ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد انھیں ایک اور ڈکان ملی اور ماریاٹ
بلا یک بول آ ”خا“ ایک پیالی دریا بٹا آ
”جیس تھاری مرضی“ سادھج بولا۔

— ”وہ وہ لوگ کافی کھا رہے تھے۔
جب وہ لوگ باہر آئے تو اُن کے ہاتھوں کسی قدر ڈگلا رہے تھے۔
شیک اُن لوگوں کی طرح جو سویرے سویرے ہی بغیر کچے ناشتہ وغیرہ
کے خراب چڑھا جاتے ہیں۔

سرد ہوا کا ایک جھوٹکا آیا اور انھیں مست بنا گیا۔ سادھج کہنے
لگا ”اگر ہم لوگ چلے جائیں تو“

”کہاں جائیں؟“ ماریاٹ نے پکار کر پوچھا۔

”بھل کر سنے۔“

”لیکن کہاں؟“

”کہاں کیا! اپنی اُسی جگہ پر! اگر انھیں پہرہ دار کو نہیں پڑے۔ لیکن
ان کے کوئی ڈیو سونین کو جانتا ہوں۔ اُس سے ہمیں بڑی آسانی ہے

دربار کی طرف جاسے گا حکمران جلسے کا۔

ماریساٹ خوشی کے مارے آپہل بڑا۔

”خوب! بہت خوب! ۱۱ میں بھی یہی چاہتا تھا۔“

وہ لوگ اپنے اپنے گھر سے پھل پکوانے کے لائے، اجال وغیرہ لائے کے لئے رخصت ہوئے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہی دونوں پھر ملے اور اُس پھوٹی سڑک پر تیزی سے قدم بڑھاتے نظر آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اُس محلے میں پہنچے جہاں کرنل رہتا تھا۔ اُن کی بات سن کر کرنل نے شکر اُٹھائے اُنھیں اُس دن کا توکل مضبوطی لگاتا دیا۔

اور وہ دونوں دربار کی طرف چل پڑے۔ فوجی ڈانٹ دہراؤ۔ پولیس کو پار کر کے وہ لوگ انگوڑے باغ میں آپہنچے جھکا آخری حصہ دیا کاٹا رہا تھا۔

اس وقت گیا رہنما چنگھے تھے

دربار کے کنارے پریشا ہوا اور جنٹیل ملاؤں بالکل سناٹا نظر آتا تھا۔

اگر مائنٹ اور سامانہ کی چیزیاں ہی سارے ملک میں سب سے اونچی نظر آ رہی تھیں۔ سائے کا سارا میدان ریگستان کی طرح خرابان نظر آ رہا تھا۔ یہاں دہاں پیری کے درخت اور بھوری مٹی ہی دکھائی دیتی تھی۔

سادھن کے ہمار کی چوٹی کی طرف اشارہ کر کے دھیس سے کہا: ”انھیں دھیسوں پر پڑھیں لوگوں کا بڑا ڈر ہے۔“ اس کے بعد ہی دونوں دوستوں کے دلوں میں ایک طرف کی سنسنی پھیل گئی۔ پڑھیں اگرچہ انھوں نے پڑھنے والوں کو بھی نہیں دیکھا تھا اہم

اُن کی موجودگی کا انھیں پچھلے کئی عیسوں سے علم تھا۔ کیونکہ اُن لوگوں نے اُن کے پیارے اور خوبصورت شہر ہیرس کو گھیر رکھا تھا اور اُن کے عزیز وطن کو جلا کر اور لوٹ کھسوٹ کر ویران کر دیا تھا۔ قلعہ پر شیشوں کے خلاات اُن کے دل میں تھارت آمیز خوف پیدا ہو گیا۔

ماریساٹ نے آہستہ سے سکوت توڑا: ”میں کر لوان سے مقابلہ ہو جائے گا۔“

— اور سادھن نے غرور سے سر اٹھایا کر کے کہا: ”ہو جائے تو کیا، شام کے کھانے کے لئے ہم انھیں بھی تھوڑی سی پھلیاں دے دیں گے۔ بس۔“

اس وقت وہ لوگ دہان کی خوفناک خاموشی سے ڈر کر آگے بڑھنے سے ہچکچاتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد سادھن نے ہمت کر کے کہا: ”آؤ۔ ڈرے گا کیا کام؟ ہمیں صرف ہو شیار رہنا چاہیے۔“

وہ ٹھٹھک ٹھٹھک کر انگوڑے کی بیلوں کے درمیان سے دریا کے کنارے کی طرف بڑھنے لگے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ وہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھ کر آہستہ چلتے تھے کہ کہیں کوئی آؤ نہیں رہا ہے۔ لیکن کچھ بھی سنائی نہ دیتا تھا۔

جب انھیں پورے طور سے اطمینان ہو گیا کہ وہ محفوظ ہیں تب وہ لوگ دریا میں اترے اور پھلی پکوانا شروع کیا۔ دریا کے درمیان میں ایک جزیرہ تھا۔ جس کی وجہ سے دوسرے کنارے سے آئیں کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس جزیرہ پر آیا دھونسا سا بونل ایسا سنسنا جھوم جھوم تھا گو یا نہت سے وہ لوگ ہی بڑا ہوا ہے۔

پہلے سادیج کے جاں میں گھٹیاں آنیں پھر ماریاٹ کے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پکڑ پکڑ کر اُن کا آئینہ ٹکڑے ہو گیا۔

بہت دنوں کے بعد آج انھوں نے اپنا حق پر لایا اس سے اس وقت وہ بہت ہی مگن تھے اور انھیں پاس پاس میں ہونے والی کسی آواز کا خیال تک نہ تھا۔ اس وقت وہ دونوں اپنے کام میں بہت مصروف تھے۔

دعشا انھیں ایک خوفناک آواز گویا زمین کے اندر ہی سے غلٹی ہوئی سنائی پڑی جس سے آسمان تک کانپ اٹھا۔ وطن کی توپوں سے پھر گولہ باری شروع کر دی تھی ماریاٹ سے سراٹھا کر جاہتے بائیں جانب دیکھا تو ماونٹ پیلیمرین کی چوٹی سے دھوئیں کا بادل نظر آیا اور فوراً ہی آگ کی پٹیلیں بھی نظر آئیں۔ دوسری بار پھر آسمان گونج اٹھا۔ تب تو لگتا کہ یہی اُس چوٹی سے گولے برسے شروع ہوئے اور دھوئیں کے بادل آسمان پر بھاگ گئے۔

سادیج نے اپنے کندھے اُچکا کر کہا "اُن لوگوں نے پھر قروں سے گولے برسانا شروع کر دیے"

ماریاٹ اپنے کان سے بد نظر لگائے ہی غصے سے ہل کر گر کر کسی پریشانی کا اظہار کرتے بیٹھ پڑا "وہ جاہلی ہیں جو ایک دوسرے کو مار رہے ہیں"

سادیج نے داد دی "وہ تو جانوروں سے بھی گئے گزر رہے ہیں؟" ماریاٹ کے کانٹے میں اُسی وقت ایک کھیل آئی تھی۔ اُسے جیسے جیسے ہونے لگا۔ "اور شاید اُس وقت تک یہی ہوتا رہے گا جب تک کہ آئین حکومت تبدیل نہ ہو جائے"

سادیج نے اصلاح کرتے ہوئے کہا "جمہور کو اعلان جنگ ذکرنا چاہئے تھا"

ماریاٹ سلا جواب دیا "خوشنق بہت کا مطلب ہے غیر مالک سے جنگ اور جمہوریت جڑا ہے خانہ جنگی کی!"

— اور وہ دونوں اسی طرح سنجیدگی کے ساتھ سلطنت سے تعلق رکھنے والے اہم مسائل سے بحث کر رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر دونوں متفق ہو گئے۔ کوئی بھی شخص بھی بغیر دوسرے طور پر آزاد نہیں ہو سکتا۔ ماونٹ پیلیمرین پر سے دشمن کی فوجیں اب تک گولہ باری کر رہی تھیں ان لوگوں سے فرانسیسیوں کی جان و مال کا بڑا نقصان ہو رہا تھا۔ کشتوں ہی کا پیش و آرام پھر پٹ ہو رہا تھا۔ توپیں دوزخ کی آگ پر ساگر کھینچ رہی تھیں کی گولہ باری کر رہی تھیں اور کتنی ہی ٹولہوں کی آرزوؤں کا خون ہو رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ توپیں اُس ملک اور اپنے وطن دونوں کے باشندوں کو تباہی اور موت کا پیغام دے رہی تھیں۔

"اسی کو کہتے ہیں زندگی!" ماریاٹ نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"زندگی نہیں موت" سادیج نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

دوسرے ہی لمحہ میں وہ غافلت ہو کر چپ تک پہنچے۔ انھیں پہنچے ٹیکس کے پہلے کسی کے پہنچنے کی آہٹ ملی۔

پچھتے ہی انھوں نے پہلے ہلکا کر دیکھا۔ ٹیکس اُن کے پیچھے چار تھوڑے اور دراز ریش فوجی کھڑے تھے۔ اُن کے پیچھے دیکھتے ہی اُن لوگوں نے بندھ گھسے تان لیں۔

خوف کے مارے اُن کے ہاتھوں سے کانٹے پھوٹ پڑے اور وہ دریا میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو پکڑ لیا گیا۔ اور کشتی میں بٹھا کر اس جزیرہ کی طرف لے جایا گیا۔

اُس پر حمل کے کچھ بچے وہ دورانِ کھ رہے تھے میں نے شیخ فوجی
 بچے ہونے لگے۔ بڑے بڑے بالوں والے ایک بچے چڑے فوجی
 افسر نے جو کرسی پر بیٹھا ہوا سگاری رہا تھا خاص فرائیسی زبان پر
 ان سے کہہ دیا "کوئی بچہ کچھ بڑے میں کیسا مزہ آیا؟"

اُس وقت ایک سپاہی نے اُن کی پکڑی ہوئی پھلیوں سے بھرا
 ہوا جال اٹھا کر اُس افسر کے پیروں کے پاس ڈال دیا۔
 افسر نے شکر اکر کہا "بڑی تو نہیں ہیں۔ لیکن میں تو ابھی دور
 پھلیوں کو کچھ نہا ہے۔ مگر دوست۔ ذرا میری بات بھی سن لو۔ جیسا
 تم لوگ فرائیسی جاسوس ہو۔ جو ماہی گہروں کے پیس میں جا رہی
 فوجی نقل و حرکت کا پتہ لگاتے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اس لئے میں
 تمہیں تہہ کر رہا ہوں اور گولی سے آڑو کر رہی دم لوں گا۔ تم میرے
 ہاتھ میں پڑ گئے یہی تمہاری بد نصیبی ہے۔ چونکہ تم لوگ فوجی گھیرے
 کو پار کر کے آئے ہو اس لئے تمہیں ضرور ہی آج کا فوجی غلبہ لفظ
 معلوم ہو گا ورنہ اُس کے بغیر تم واپس ہی نہیں لوٹ سکتے تھے اب
 غیرت اسی میں ہے کہ تم مجھے اپنی فوج کا خفیہ اشارہ بتا دو میں خود
 تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

نیم جان سے دونوں دوست پاس پاس کھڑے تھے۔ دونوں
 اپنے اپنے ہاتھ کی رہے تھے۔ کسی میں کچھ کہنے کی طاقت نہ تھی۔
 افسر کہتا گیا "کوئی کہی بھی نہ معلوم کرے گا کہ تم نے ہمیں فوج
 کا خفیہ لفظ بتایا۔"۔ راز صرف تمہارے اور ہمارے درمیان رہے گا۔
 اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو تم دونوں کو اسی وقت گولی کا شکار
 بننا پڑے گا۔ جلد سوچ کر ملے کہ تمہیں کیا پسند ہے۔"
 وہ دونوں چپ چاپ کھڑے تھے۔

وہ پھر وہ "سوچ لو۔ تمہیں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ ورنہ
 تمہاری لاشیں اس ندی میں ڈبو دی جائیں گی۔" اُس نے دریا
 کا طرف اشارہ کیا۔ "میں بھتا ہوں تمہارے حقیقی رشتہ دار تو غم
 ی ہوں گے۔" اُس نے کہا۔
 — دوست بلیر بن کی چوٹی سے ایک آگ برس رہی تھی۔

دونوں فرائیسی بالکل خاموش ثبت بنے کھڑے تھے۔
 افسر نے ہر سن زبان میں اپنے سپاہیوں کو حکم دیا پھر اُس نے
 اپنی کرسی کچھ دور ہٹائی۔ پھر پانی بند دھیں ایک ایک درجن سپاہی
 نے دوری پر تھا رہا نہ کہ کھڑے ہو گئے۔

"میں اب محض ایک منٹ کا وقت دوں گا۔" افسر نے کہا۔
 اس سے زیادہ ایک گھنٹہ بھی نہیں۔ تب وہ بڑی سے اٹھ کھڑے ہوئے
 کہ پاس پہنچا۔ ماریساٹ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اُسے ایک طرف لے گیا
 ۔۔۔ دھیرے سے کان میں کہنے لگا۔ "جلدی کرو۔ مجھے محض فوج کا
 خفیہ لفظ بتا دو۔ تمہارے ساتھی کو خبر نہیں نہ ہوگی۔ میں اُس سے
 اندر کر دوں گا کہ میں نے رحم کر کے اسے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن
 ماریساٹ سے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد افسر نے سادھج کا کندھا پکڑا اور اس کے
 ہاتھ بھی رہی بات پیش کی۔
 — لیکن وہ بھی خاموش رہا۔ گویا منٹ میں زبان ہی نہ تھی۔
 پھر ایک بار دونوں کو ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔

افسر نے حکم دیا اور سپاہیوں نے بند دھیں سیدھی کر لیں۔
 بانگ ماریساٹ کی نکلا وہ دھوپ میں پھٹنے والی پھلیوں پر پڑی
 ۔۔۔ اُس کے منٹ میں پانی آ گیا۔

ایک لمحہ میں اُس نے اپنے ضمیر کی کڑوری محسوس کی اور اُسکی
آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”بس رخصت ہوٹے سادج با“ اس نے ڈک ڈک کر کہا۔

”اوداع۔ بھائی با“ سادج نے جواب دیا۔

سو سے بغیر تک ایک طرح کا رزہ محسوس کرتے ہوئے دونوں
دوستوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ دیا اور پھر حق کرکھٹا ہو گئے۔
”فائن“ افسر نے حکم دیا۔

اور بارہوں کو لیاں ایک ساتھ چل پڑیں۔

سادج ٹٹے کے بل گر پڑا۔ ماریشٹ جو کہ قوی تھیل تھا ذرا
راکھڑا دیا اور پھر اپنے دوست کے اوپر ہی گر پڑا اس کا منہ اوپر
کی طرف تھا اور پھانسی سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا۔

بدشعین افسر نے حکم دیا اور اُس کے سپاہی بکھر گئے۔ تنوڑی ہی
دور میں وہ لوگ وحشی اور ہتھکڑے کر لے گئے۔ انھوں نے دونوں فرانسیسیوں
کے سر وں میں پتھر باتھ دے دیے۔ اس کے بعد دشمنوں کو آٹھ گروہوں کی طرف
چلے گئے۔

ابھی تک ماؤنٹ بلیرین کی توپیں آگ آگ رہی تھیں۔

دو سپاہی ماریشٹ کی نعش کو سر اور پیچ کی طرف سے آٹھ سو
سے بیس چال سادج کی نعش کا تھا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے جھوٹے
کی طرح آن کو ہوا میں لہرایا اور پھر دوری طاقت سے اُچھال کر پھینک دیا
ہوا میں چٹکراتی ہوئی وہ دونوں لاشیں پھر کے بل پانی میں گریں۔
پانی اُچھلا۔ پھر لہریں اٹھیں اور لہروں کے چھوٹے چھوٹے
چوڑے ہو جو کہ اُن کے خون کی ترخی سے لکنا روں سے سرخ لگائے
گئے۔ دھیرے دھیرے سب ختم ہو گیا۔

تنگین بچے میں افسر نے کہا۔ ”سپاہیاں انھیں اپنی خوراک بتائیں گی۔“
اسی وقت اُس کی نگاہ گلاس پر پڑے ہوئے ایک جال پر پڑی
پھیلیوں سے بھرا تھا۔ اُس نے اُسے اٹھایا اور بڑبڑا خور سے دیکھا
پھر مسکراتے ہوئے پکارا ”بہ لیسلم با“
اُس وقت ایک سپاہی دوڑتا ہوا آیا۔

”ان پھیلیوں کو فوراً ہی میرے سٹے بھون کر تیار کر دو۔ جیسے تک
کر وہ زندہ ہیں اور اُچھل کر دو کر رہی ہیں۔ ان کا بڑا مزہ دار کسباب
ہے گا؟“

آٹھ سو کر وہ ہنگامہ پڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔